ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

زیرِ سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۳ ستمبر ۱۹۵۷ء

مرکز مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور

Amjad

کہ ہے طور سے بڑھ کے کوئے مدینہ!

(از جناب عبد الرحیم صاحب جاوید الٰہ آبادی پاکستان)

دل و جاں میں ہے آرزوئے مدینہ — نگاہوں کو ہے جستجوئے مدینہ
ہے اس دل میں لاریب جلوہ خُدا کا — کہ جس دل میں ہو آرزوئے مدینہ
نہ ہو تذکرہ اس زباں پر کسی کا — شب و روز ہو گفتگوئے مدینہ
وہاں پر ہیں محبوبِ یزداں کے جلوے — کہ ہے طور سے بڑھ کے کوئے مدینہ
خدارا مجھے ساتھ لو جانے والو — کہ جانا ہے مجھ کو بھی سوئے مدینہ
بنوں خاک اور اس کے دامن سے لپٹوں — چلے قافلہ جو بھی سوئے مدینہ

شب و روز جاویدؔ کی آرزو ہے
خُدا لے چلے مجھ کو سوئے مدینہ

رجزِ مُسلم

(از جناب عابد سیمابی صاحب انبالوی)

بتائے اہلِ مغرب کو اصولِ زندگی مَیں نے — جہاں میں کوکبِ حکمت کو دی تابندگی مَیں نے
پلٹ دی اِک اشارے سے بساطِ قیصری مَیں نے — سپردِ خاک کر دی سرکشوں کی سرکشی مَیں نے
مجاہد ہوں مَیں پیرو ہوں شہاب الدین غوریؒ کا — غلاموں کو عطا کی ہے متاعِ خواجگی مَیں نے
جہاں میں دَورِ استبداد تھا اسلام سے پہلے — دیا سکّانِ عالم کو پیامِ آشتی مَیں نے
پلایا بادۂ تہذیب یورپ کے ممالک کو — حقیقت ہے درندوں کو بنایا آدمی مَیں نے
مِرے زیرِ نظر تھا مدرسۂ عالمِ امکاں — عرب کے ملک سے موقوف کی دُختر کشی مَیں نے
اے چرخِ چنبری تُو نے ہزاروں معرکے دیکھے — بتا گردن جھکائی کُفر کے آگے کبھی مَیں نے
مگر اب میری حالت میں تنزّل عام ملتا ہے — رہِ دینِ محمد کچھ دنوں سے چھوڑ دی مَیں نے
خداوندِ دو عالم رحم کر اب میری حالت پر — خلوصِ قلب سے اپنی خطا تسلیم کی مَیں نے

میری صولت کے افسانے زبانِ عام سے سُن لو
کیا زیرِ "ہند" کو اکثر بہ تیغِ غزنوی مَیں نے

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور

جلد ۳ | ۱۷ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۵۷ عیسوی | شمارہ ۱۸

سیلاب کی مصیبت

مغربی پاکستان کے بہت سے اضلاع سیلاب کی زد میں آ چکے ہیں۔ لاکھوں افراد پانی میں گھرے ہوئے ہیں۔ لہلہاتی فصلیں پانی کے تھپیڑوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ابدی نیند سو چکی ہیں۔ ریلوے لائن سڑکیں اور شاہراہیں پانی کی نذر ہو چکی ہیں۔ پانی ہے کہ بپھرا ہوا بڑھتا ہی چلا آتا ہے اس وقت جانی اور مالی نقصان کا اندازہ کرنا قبل از وقت ہوگا۔ ہمارے ملک میں اناج اور دیگر اشیائے صرف کی پہلے ہی کمیابی اور گرانی ہے۔ اللہ جانے یہ سیلاب اس قلت میں کتنا اضافہ کرے۔

حکومت مقدور بھر اپنے مادی اسباب کو بروئے کار لاتی ہوئی سیلاب زدگان کی امداد کر رہی ہے۔ رسل و رسائل کی بحالی میں پاکستانی افواج جانفشانی سے کام کر رہی ہیں اُمید ہے کچھ دنوں تک حالات معمول پر آ جائیں گے۔ ہمیں تمام سیلاب زدگان سے ہمدردی ہے خواہ وہ پاکستان کے کسی بھی حصہ سے متعلق ہوں۔ اللہ تعالےٰ سے دُعا ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو اس ناگہانی مصیبت سے نجات عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

آج کی فرصت میں ہم عنوان بالا پر اس نقطۂ نگاہ سے اظہار خیال کریں گے۔ کہ اس زمانے میں بالخصوص بعد از تقسیم مُلک اس برّ صغیر کی تاریخ کے ساتھ ساتھ جغرافیہ بھی کیوں متغیّر ہو گیا؟ یہ بے پناہ بارشیں یہ قیامت خیز سیلاب یہ فصلوں کی بربادی سال بسال کیوں ہونے لگی؟ بحیثیت مسلمان ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالےٰ گنہگاروں کو مصائب میں اس لئے مبتلا کیا کرتے ہیں کہ شاید وہ عبرت حاصل کریں اور تائب ہو کر نکوکاروں کی سی زندگی بسر کریں اور ایمانداروں کو آزمائش میں ڈالا کرتے ہیں کہ صبر و استقلال کا ثبوت دیتے ہوئے آزمائش کی بھٹی سے نکل کر کُندن بنیں۔ خدا جانے ہم میں سے کتنے جرم کی پاداش میں گرفتار ہیں اور کتنے آزمائش کی منزل میں بہرحال افسوسناک پہلو یہ ہے کہ سیلاب ایسے ابتلاء بھی ہمارے سنگ و خشت جیسے دلوں کو موم نہیں کرتے۔ بلکہ ہماری مسخ شدگی کا یہ عالم ہے کہ مصیبت میں گرفتار ہو کر بدبختی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اپنے ہی ہمسایوں اور قریبیوں کے مال و متاع پر نظر بد رکھ لیتے ہیں۔ ہماری معصیت پہلے سے بڑھ جاتی ہے۔ بد اعمالی سے تائب ہونا شاید ہماری سرشت میں سے خارج ہو چکا ہے۔ اگر یہ صورتِ حالات ہے تو ہم کس مُنہ سے رحمتِ الٰہی کو شامل حال کر سکتے ہیں۔ گناہ کا احساس نہ ہو۔ سزا سے عبرت نہ ہو۔ خدا کا خوف نہ ہو تو ہماری تیرہ قلبی میں کیا کسر باقی رہ سکتی ہے۔ یہی تو وجہ ہے۔ کہ اب موسمی ہوائیں بارش کی بجائے عذاب لاتی ہیں۔ دریا بہتے ہیں بلکہ سیاہ ناگ کی طرح پھنکارتے لپٹتے اور ڈستے ہیں۔ ہماری سیاہ کاری نے طبیعیات اور موسمیات کی رحمتوں کو کلفتوں اور آفتوں میں تبدیل کر دیا ہے

آج جب ہم دنیوی اسباب یکجا کر کے سیلاب کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ روحانی اطوار کو بھی بروئے کار لائیں اور ہم مسلمانوں کے لئے ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ قال اللہ و قال الرسول کے آگے جھک جائیں۔ اپنی دنیاوی زندگیوں کو درست کریں۔ وہ گناہ جو ہم میں من حیث القوم۔ پیوست ہو چکے ہیں۔ ان سے توبہ کریں۔ مصیبت میں ہم استغفار کا سہارا لیں اور راحت میں خدا کا شکرانہ ہی ہماری جائے پناہ ہو۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجا آوری ہمارا نصب العین بن جائے یہی ذرائع ہیں جو قہر الٰہی میں ہماری ڈھال بن سکتے ہیں۔

درسِ عبرت

مغربی پاکستان کے پُرانے گورنر رخصت ہو گئے۔ اور نئے گورنر نے حلف وفاداری اٹھا لیا ہے۔ سابق گورنر کی شخصیت نہایت اہم تھی۔ تخلیق پاکستان سے لے کر آج تک وہ مُلک کی سیاست میں اہم کردار ادا کرتے رہے۔ اگرچہ بڑا ردّ و بدل ہوا۔ کئی جماعتوں کے شیرازے بکھرے۔ اسمبلیاں برخاست کی جاتی رہیں۔ ایوان معطّل ہوئے۔ وزارتیں ٹوٹیں۔ لیکن پھر بھی اقتدار گورمانی صاحب کے آستان کا دربان رہا۔ کہا جاتا ہے کہ گزشتہ دس سال جو بھی اندرونی طور پر اُتھل پتھل ہوئی اور جن سیاسی سازشوں کے تحت حکومتوں کے تختے اُلٹتے رہے۔ گورمانی صاحب ہر حالت میں ان میں موجود تھے۔ لیکن ہائے سیاست کی طوطا چشمی ایک دن وہ خود بھی "اسی درونِ خانہ رازو نیاز" کے ہتھے چڑھ گئے اور اب کے سیاسی تطہیر کا قرعہ ان کے نام ہی پڑا۔ درس عبرت ہے اُن کرسیوں کے لئے جو اپنے مقیموں کو آج مدہوش کئے ہوئے ہیں۔ کتنا اچھّا ہو کہ اگر اقتدار کی بے ثباتی اُن کے دل میں گھر کر جائے اور وہ "ایاز قدر خود بشناس" کا مصداق بن جائیں۔

ایک سابق مرکزی وزیر (نشریات) جنہوں نے گورمانی صاحب کا اقتدار چھوڑنے میں ساتھ دیا ہے۔ ان کے بیان کے مطابق اس تبدیلی میں بھی غریب آئین پر ہی زد پڑی ہے۔ یعنی گورمانی صاحب کا استعفا غیر آئینی طور پر لیا گیا ہے (ابھی تک ہمیں گورمانی صاحب کے بیان کا انتظار ہے)۔ سابق وزیر نشریات (سردار امیر اعظم) کے جواب میں جو بیان ہمارے وزیر خارجہ نے دیا ہے۔ اس سے کم از کم امیر اعظم صاحب کے بیان کی تصدیق ہو جاتی ہے یعنی آپ نے کہا ہے کہ گزشتہ دس سالوں میں جو کچھ ہوتا رہا اور سردار امیر اعظم وزیر قانون کی "سرپرستی" میں ہوتا رہا۔ تب امیر اعظم کا ضمیر کیوں بیدار نہ ہوا اور وہ کیوں کا قانونیت میں ایک پارٹی بنتے رہے خیر ان کا مطلب یہی ہے کہ اس کشتی کے سوار ایسے ہی ہیں۔ بس جو اڑنگے پہ آیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۱۰- صفر المظفر ۱۳۷۷ھ مطابق ۶- ستمبر ۱۹۵۷ء

جس شخص نے اللہ تعالےٰ کو پہچان لیا- وہ شرک نہیں کر سکتا

اور جس نے رحمۃ للعالمین کے منصب کو پہچان لیا وہ بدعت میں مبتلا نہیں ہو سکتا

اللہ تعالےٰ کی دو طریقوں سے پہچان

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

پہلا- زمین و آسمان میں اس جیسا محسن (مہربان) کوئی نہیں-

دوسرا- اگر ناراض ہو جائے- تو اُس جیسی گرفت بھی کوئی نہیں کر سکتا-

لٰھذا

انسان کا فرض ہے- ایسے کام کرے- جن سے اس کی رحمت حاصل ہو- اور ایسے کاموں سے پرہیز کرے- جن سے اس کا غضب جوش میں آئے-

اللہ تعالےٰ کی پہچان کا پہلا طریقہ

زمین و آسمان میں اُس جیسا محسن (مہربان) کوئی نہیں- اس کی علامتیں

پہلی

(یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْــٴًـا ؕ الآیہ) سورہ الحج رکوع ۱ پارہ ۱۷

ترجمہ- اے لوگو- تمہیں دوبارہ زندہ ہونے میں شک ہے- تو ہم نے تمہیں مٹی سے پھر قطرہ سے پھر جمے ہوئے خون پھر گوشت کی بوٹی نقشہ بنی ہوئی اور بغیر نقشہ بنی ہوئی سے بنایا- تاکہ ہم تمہارے سامنے ظاہر کریں- اور ہم رحم میں جس کو چاہتے ہیں- ایک مدت معین تک ٹھہراتے ہیں- پھر ہم تمہیں بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں- پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو- اور کچھ تم میں سے مر جاتے ہیں- اور کچھ تم میں سے نکمّی عمر تک پہنچائے جاتے ہیں- کہ سمجھ بوجھ کا درجہ پا کر پھر ناسمجھی کی حالت میں جا پڑتا ہے-

حاصل اس آیت کا یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ وہ قادر مطلق ہے کہ انسان کے وجود کا خمیر مٹی سے اُٹھاتا ہے- پھر اپنی قدرت کاملہ سے مٹی سے نطفے کی شکل میں تبدیل کرتا ہے- نطفے سے پھر جمے ہوئے خون کی شکل میں تبدیل کرتا ہے- جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کی بوٹی کی شکل میں تبدیل کرتا ہے- بوٹی بننے کے بعد گویا تو آدمی کا پورا نقشہ (ہاتھ- پاؤں- آنکھ- ناک وغیرہ) بنا دیا جاتا ہے- اور یا یونہی ناقص شکل میں گر جاتا ہے- پھر اپنی قدرت کاملہ سے بچے کی صورت میں ماں کے پیٹ سے باہر لاتا ہے- پھر بعض کو جوانی تک پہنچاتا ہے- اور بعض کو وفات دے کر دنیا سے اُٹھا لیتا ہے- اور بعض اس عمر تک پہنچتے ہیں- جہاں پہنچ کر آدمی کے اعضاء قویٰ جواب دید یتے ہیں- اور سمجھدار بننے کے بعد ناسمجھ اور کار آمد ہونے کے بعد نکمّا ہو جاتا ہے- یاد کی ہوئی چیزیں بھول جاتا ہے- اور جانی ہوئی چیزوں کو کچھ نہیں جانتا- گویا بوڑھا ہو کر پھر بچّہ بن جاتا ہے-

مذکور الصدر دس حالتوں کی تبدیلی انسان پر محض اللہ تعالےٰ کے حکم ہی سے ہوتی ہے- جس میں انسان کا کوئی دخل نہیں ہے-

عبرت

اے انسان جب تیرے وجود کے اندر کی تمام تبدیلیاں فقط اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ سے ہوئی ہیں- اس سے تمہیں عبرت حاصل کرنی چاہئے- کیا تمہارا فرض عین یہ نہیں ہے کہ تو بھی فقط اسی کا ہو کر رہے- کہاں تو مٹی تھا اور کہاں جیتا جاگتا بولتا چالتا انسان- سینکڑوں، ہزاروں- لاکھوں- کروڑوں روپوں کی جائدادوں کا مالک ہے کوئی عالم ہے تو کوئی فاضل- کوئی ڈپٹی کمشنر ہے- تو کوئی کمشنر ہے- کوئی وزیر ہے تو کوئی گورنر ہے- اور کوئی گورنر جنرل ہے- اسی لئے عبرت دلانے کے لئے کسی نے کیا خوب کہا ہے- مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ ترجمہ- جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا- اس نے اپنے رب کو پہچان لیا-

دوسری

(وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِیْنَ وَ حَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ یَكْفُرُوْنَ ○)

سورہ النحل رکوع ۱۰ پارہ ۱۴

ترجمہ- اور اللہ نے تمہارے واسطے تمہاری ہی قسم سے عورتیں پیدا کیں- اور تمہیں تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے دیئے- اور تمہیں کھانے کے لئے اچھی چیزیں دیں- پھر کیا جھوٹی باتیں تو مان لیتے ہیں- اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں-

ایمان سے کہو

اے انسان- تو ہی ایمان سے کہہ- اللہ تعالےٰ جیسا کوئی اور تیرا محسن ہے- اللہ تعالےٰ ہی نے تجھے بیویاں پیدا کر کے دیں- جن سے مل جل کر رہنے میں تمہارے دل کو اطمینان- سکون اور فرحت حاصل ہوتی ہے- اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے ان بیویوں کے ذریعہ سے بیٹے نصیب ہوتے ہیں- اور بیٹوں کے بعد اللہ تعالےٰ پوتے عطا فرماتا ہے- فقط ایک اللہ تعالےٰ کی ذات ہی ہے- جو انسان کو اس قسم کی بے بہا نعمتیں عطا فرماتا ہے- لہٰذا انسان کا بھی فرض ہے کہ فقط اسی کا ہو کر رہے- اسی کی اطاعت کرے- اور سرِ مو بھی اس کی نافرمانی نہ کرے-

تیسری

اللہ تعالےٰ کی پہچان کی یہ تیسری علامت ہے (وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ)

سورہ النحل رکوع ۱۰ پارہ ۱۴

ترجمہ- اور تمہیں کھانے کے لئے اچھی چیزیں دیں- کھانے کی چیزوں کی اگر فہرست مرتب کی جائے- تو میرا خیال ہے کہ ایک ضخیم کتاب بن جائے گی- کیونکہ اس میں تمام دُنیا کی سبزیاں- ترکاریاں- اناج- میوہ جات

لکھے جائیں گے۔ اور اگر ان چیزوں کی پیداوار کے مقامات اور ان کی تاثیرات بھی ضبطِ تحریر میں لائی جائیں۔ تو اس مجموعہ کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہوگی۔

اے انسان۔ جس اللہ تعالےٰ نے تمہیں یہ سب نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ کیا تیرا یہ فرض نہیں ہے۔ کہ تو بھی ہر حالت میں فقط اسی کو راضی رکھنے کی کوشش کرے۔ اور سب سے کٹ کر فقط اسی کا ہو کر رہے۔

چوتھی سے چودھویں تک

(اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَاَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّکُمۡ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الۡفُلۡکَ لِتَجۡرِیَ فِی الۡبَحۡرِ بِاَمۡرِہٖ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الۡاَنۡہٰرَ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ دَآئِبَیۡنِ ۚ وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیۡلَ وَالنَّہَارَ ۝ وَاٰتٰىکُمۡ مِّنۡ کُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡہُ ؕ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا ؕ) الآیہ

سورہ ابراہیم رکوع ع۵ پارہ ع۱۳

ترجمہ۔ اللہ وہ ہے۔ جس نے آسمان اور زمین بنائے۔ اور آسمان سے پانی نازل کیا۔ پھر اس سے تمہارے کھانے کو پھل نکالے۔ اور کشتیاں تمہارے تابع کر دیں۔ تاکہ دریا میں اس کے حکم سے چلتی رہیں۔ اور نہریں تمہارے تابع کر دیں۔ اور سورج اور چاند کو تمہارے تابع کر دیا۔ جو ہمیشہ چلنے والے ہیں۔ اور تمہارے لئے رات اور دن کو تابع کیا اور جو چیز تم نے اس سے مانگی اس نے تمہیں دی۔ اور اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو انہیں شمار نہ کرسکو۔

فقط اس آیت میں نعمتوں کی تعداد گیارہ ہے

اے انسان تو ہی انصاف سے کہہ کیا جس محسن نے تم پر یہ گیارہ احسان بلامعاوضہ کئے ہیں۔ تم پر یہ حق نہیں عائد ہوتا۔ کہ تو بھی فقط اسی کا ہو کر رہے۔ اور اسی کے ہر حکم کی تعمیل کرنا اپنا فرض عین خیال کرے۔ نہ اور کوئی تیرا ہے۔ نہ تو کسی اور کا ہو۔

پندرھویں

(وَاِنَّ لَکُمۡ فِی الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَۃً ؕ نُسۡقِیۡکُمۡ مِّمَّا فِیۡ بُطُوۡنِہٖ مِنۡۢ بَیۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیۡنَ ۝)

سورہ النحل رکوع ع۹ پارہ ع۱۴

ترجمہ۔ اور بے شک تمہارے لئے چارپایوں میں سوچنے کی جگہ ہے۔ ہم ان کے جسم سے خون اور گوبر کے درمیان خالص دودھ پیدا کر دیتے ہیں۔ جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے

کیا کوئی اور ہے

اے انسان کیا کوئی اور ہے۔ جو تجھ پر یہ احسان کرے۔ کہ جانور کے پیٹ میں چارہ ڈالے۔ اور اس چارہ کا دودھ بنا کر تمہیں پلائے۔ جب ایسا محسن تیرا اور کوئی نہیں۔ تو تیرا بھی فرض ہے کہ تو بھی زندگی بھر فقط اسی کا ہو کر رہے۔

سولھویں اور سترھویں

(وَمِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِیۡلِ وَالۡاَعۡنَابِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡہُ سَکَرًا وَّرِزۡقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ۝)

سورۃ النحل رکوع ع۹ پارہ ع۱۴

ترجمہ۔ اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے نشہ اور اچھی غذا بھی بناتے ہو۔ اس میں لوگوں کے لئے نشانی ہے۔ جو سمجھتے ہیں۔

دو نعمتوں کا ذکر

اس آیت میں اللہ تعالےٰ کی دو نعمتوں کا ذکر ہے۔ کیا ایک لکڑی سے کھجور اور انگور کا پیدا کر دینا اللہ تعالےٰ کا احسان نہیں ہے۔ اور کیا یہ احسان سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کسی کی طاقت میں ہے۔ اے انسان جب تو مانتا ہے کہ اور کسی میں نہیں ہے۔ تو کیا پھر تیرا فرض نہیں ہے کہ تو بھی فقط اسی کا ہو کر رہے۔

اٹھارھویں رب العالمین

اللہ جلّ شانہٗ کی صحیح پہچان کی اٹھارھویں علامت رب العالمین ہے۔

(اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝)

سورہ الفاتحہ پارہ ع۱

ترجمہ۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ جو پالنے والا سارے جہان کا۔

حاشیہ شیخ الہند

حضرت مولانا و مقتدانا محمود الحسن رح

"یعنی سب تعریفیں عمدہ سے عمدہ اوّل سے آخر تک۔ جو ہوتی ہیں اور جو ہوں گی خدا ہی کو لائق ہیں۔ کیونکہ ہر نعمت اور ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور عطا کرنے والا الٰہی ہے۔ خواہ بلاواسطہ عطا فرمائے یا بواسطہ جیسے دھوپ کی وجہ سے اگر کسی کو حرارت یا نور پہنچے۔ تو حقیقت میں آفتاب کا فیض ہے۔ شعر

حمد را با تو نسبتے است درست
بر در ہر کہ رفت بر در تست

مجموعہ مخلوقات کو عالم کہتے ہیں اور اسی لئے اس کی جمع نہیں لاتے۔ مگر آیت میں عالم سے مراد ہر ہر جنس (مثلاً عالم جن عالم ملائکہ۔ عالم انس وغیرہ وغیرہ) ہیں۔ اس لئے جمع لائے۔ تاکہ جملہ افرادِ عالم کا مخلوق جناب باری ہونا خوب ظاہر ہو جائے۔"

اٹھارہ علامتوں کا حاصل

اللہ تعالےٰ کی پہچان کی اٹھارہ علامتیں قرآن مجید کے اندر سے عرض کر چکا ہوں۔ سب کا حاصل یہ ہے کہ اے انسان اللہ تعالےٰ کے سوا تیرا اور کوئی محسن نہیں ہے

محسن کا شکر گزار ہونا عام حیوان کیا بلکہ درندوں کے اندر بھی ہے

سب سے بڑا خونخوار درندہ شیر خیال کیا جاتا ہے۔ آپ لاہور کے چڑیا گھر میں یہ تماشہ دیکھئے۔ جو شخص اس کی خدمت پر مامور ہے وہ لوہے کے جنگلے کے باہر کھڑا ہو کر شیر کو پکارتا ہے۔ شیر لیٹا ہوا بھی ہو تو اس کی آواز سن کر فوراً جنگلے کے پاس آکر کھڑا ہو جاتا ہے۔ وہ خا... اس کی پیٹھ اور گردن پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ شیر نہایت اطمینان سے کھڑا رہتا ہے۔ شیر اس حالت میں اپنے محسن کے احسان کا شکریہ ادا کر رہا ہے۔

انسان میں خوبی کی ہر صفت بدرجہ کمال پائی جاتی ہے

خوبی کی جو صفت حیوان میں ادنےٰ سے ادنےٰ درجہ پر پائی جاتی ہے۔ انسان میں وہ صفت بدرجۂ اتم و اکمل پائی جاتی ہے شیر تو محسن کے بلانے پر حاضر ہوگیا تھا۔ جو لوگ صحیح معنی میں انسان کہلانے کے مستحق ہیں۔ وہ بن بلائے بھی اپنے محسن (اللہ تعالےٰ) کے ذکر میں محو رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کو ہر وقت حاضر اور ناظر سمجھ کر اس کی بارگاہ میں اپنے دلی مطالبات پیش کرتے ہی رہتے ہیں۔ چنانچہ ایسے مبارک انسانوں کا ذکر اللہ جل شانہٗ نے اپنی کتاب پاک میں

مندرجۂ ذیل الفاظ میں فرمایا ہے۔

اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالےٰ کو پہچان لیا ہے

(اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝)

سورہ آل عمران رکوع ۲۰ پارہ ۴

ترجمہ۔ بے شک آسمان اور زمین کے بنانے اور رات اور دن کے آنے جانے میں البتہ عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ وہ جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے یاد کرتے ہیں۔ اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں فکر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب تُو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا۔ تو سب عیبوں سے پاک ہے۔ سو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ اے رب ہمارے جسے تُو نے دوزخ میں داخل کیا۔ سو تو نے اُسے رسوا کیا۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ اے رب ہمارے ہم نے ایک پکارنے والے سے سُنا۔ جو ایمان لانے کو پکارتا تھا کہ رب پر ایمان لاؤ۔ سو ہم ایمان لے آئے۔ اے رب ہمارے اب ہمارے گناہ بخش دے۔ اور ہم سے ہماری بُرائیاں دُور کر دے۔ اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔ اے رب ہمارے اور ہمیں دے جو تُو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعہ وعدہ کیا ہے۔ اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر۔ بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

نتیجہ

اللہ تعالےٰ کو مذکورۃ الصدر اٹھارہ علامتوں سے پہچاننے کے بعد یہی نتیجہ نکلے گا۔ جو کئی چند آیتوں کے اندر بیان ہو چکا ہے۔ کہ ایسے لوگ سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کسی سے بندگی کا تعلق نہیں رکھیں گے۔ اور وہ اعلےٰ درجہ کے توحید پرست اور مقبول بارگاہ الٰہی ہونگے۔ ان لوگوں کے تعلق باللہ کے مضبوط تر ہونے کی ۱۶ وجوہات ابھی گزشتہ آیات میں مذکور ہو چکی ہیں۔

اللہ تعالےٰ کی پہچان کا دُوسرا طریقہ

اگر ناراض ہو جائے تو اس جیسی گرفت بھی کوئی نہیں کر سکتا۔

نتیجہ

اگر یہ چیز ذہن نشین ہو جائے۔ تو بے شمار آدمی اس سے ڈر کر بھی فقط اسی کے ہو کر رہیں گے۔ کسی بھی دوسرے شخص سے عبدیت کا تعلق قائم نہیں کریں گے۔

اس کی ایک مثال

اگر کسی عورت کو یقین ہو جائے۔ کہ میرا شوہر اتنا غیور ہے۔ کہ اگر میں نے کسی دوسرے شخص سے معمولی سا تعلق ناجائز رکھا۔ تو وہ مار مار کر میری ہڈیاں توڑ دے گا۔ پھر کیا مجال ہے کہ وہ عورت اپنے مرد کا سا تعلق کسی غیر سے رکھے۔

اللہ تعالیٰ کی گرفت کی مثالیں

پہلی

(وَقَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝)

سورہ المائدہ رکوع ۱۰ پارہ ۶

ترجمہ۔ حالانکہ مسیح نے کہا ہے۔ اے بنی اسرائیل اس اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ بے شک جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا سو اللہ نے اس پر جنت حرام کی۔ اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا + شرک سے مراد ہے کہ بندے کو جو تعلق اللہ تعالےٰ ہی سے رکھنا چاہیئے تھا۔ وہ تعلق اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور سے بھی رکھے۔ مثلاً کسی کو اللہ تعالےٰ کے سوا رزق میں تنگی یا کشادگی کرنے والا سمجھنا۔ یا اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو اولاد کے دینے یا نہ دینے کا اختیار سمجھنا وغیرہ۔

حاصل

یہ نکلا کہ شرک ظلم ہے اور ظالموں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام بھی مشرک کی شفاعت نہیں کریں گے۔

دوسری

(مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِیْنَ اَنْ یَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِیْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِی النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝)

سورہ التوبہ رکوع ۳ پارہ ۱۰

ترجمہ۔ مشرکوں کا کام نہیں کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں۔ جبکہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کے سب اعمال بیکار ہیں۔ اور وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔

تیسری

(اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤی اِثْمًا عَظِیْمًا ۝)

سورہ النساء رکوع ۸ پارہ ۵

ترجمہ۔ بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا۔ جو اس کا شریک کرے۔ اور شرک کے ماسوا دوسرے گناہ جسے چاہے بخشتا ہے۔ اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا ہی گناہ کیا۔

حاصل

یہ نکلا کہ مشرک کے لئے قیامت میں بخشش نہیں ہے۔ اس لئے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ ہی میں رہے گا۔

چوتھی

(وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِیْرَكُمْ اِلَی النَّارِ ۝)

سورہ ابراہیم رکوع ۵ پارہ ۱۳

ترجمہ۔ اور لوگوں نے اللہ کی راہ سے بہکانے کے لئے شریک بنا رکھے ہیں۔ کہدو۔ نفع اُٹھا لو۔ پھر تمہیں آگ کی طرف لوٹنا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ مشرکین کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

چاروں مثالیں

جو اوپر ذکر کی گئی ہیں اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ گرفت کرنے پر آئے تو اس جیسی سزا بھی کوئی کسی کو نہیں دے سکتا۔ مثلاً دوزخ ہی کے متعلق قرآن مجید میں ہے (ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی)

سورہ الاعلیٰ پارہ ۳۰

ترجمہ۔ پھر اس میں نہ تو مرے گا نہ جئے گا۔

لہٰذا

کئی آدمی اللہ تعالےٰ کے اس قسم کے عذاب سے اطلاع پا کر ٹھیک ہو جائینگے۔ شرک سے تائب ہو جائیں گے۔ اور پختہ کار توحید پرست ہو جائیں گے۔

جس نے رحمۃ للعالمین کے منصب

کو پہچان لیا۔ وہ بدعت میں مبتلا نہیں ہوسکتا

قرآن مجید سے رحمۃ للعالمین کے منصب (مرتبہ) کی تعیین

قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام بنی نوع انسان کے لئے نمونہ بنایا گیا ہے۔ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝)

سورہ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱

ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔ جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے۔ اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

حضورؐ کی ذات کو نمونہ

بنایا گیا ہے۔ اس سے یہ چیز بآسانی ثابت ہوسکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود سے جو چیز بھی صادر ہو خواہ وہ قول ہو یا فعل اور اس کا تعلق معاشرت سے ہو یا اخلاق سے۔ اقتصادیات سے ہو یا سیاسیات سے۔ جلوت سے ہو یا خلوت سے۔ اپنوں سے ہو یا غیروں سے۔ میاں کا بیوی سے ہو یا بیوی کا اپنے میاں سے غرضیکہ زندگی کے ہر لمحہ میں مسلمان کا فرض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کو اختیار کرے۔ اس طریقہ پر زندگی بسر کرنے سے اللہ تعالےٰ اس انسان کو اپنا دوست بنالے گا۔ اگر اللہ تعالےٰ کے فضل سے یہ مرتبہ انسان کو حاصل ہوجائے تو پھر اس کے متعلق دنیا کی عزت اور آخرت کی نجات میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔ اللھم اجعلنا منھم

مزید شہادت

(قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

سورہ ال عمران رکوع ۴ پارہ ۳

ترجمہ۔ اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ تاکہ تم سے اللہ محبت کرے۔ اور تمہارے گناہ بخشے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر معاملہ میں تابعداری کرنے سے اللہ تعالےٰ کی محبت کا تمغہ ملے گا۔ اور سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

بدعت کیا چیز ہے ۔ کسی چیز کے بدعت ہونے کے دو جز ہیں۔ دونوں جز پائے جائیں تب وہ چیز بدعت بنتی ہے ورنہ نہیں۔ پہلا یہ کہ دین کے نام سے کوئی ایسی چیز تجویز کی جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اور پھر اسے رسول اللہؐ کی ساری امت پر لازم کیا جائے۔ لازم ہونے کی علامت یہ ہے کہ جو شخص وہ کام نہ کرے اس کو ملامت کی جائے اس پر طعن و تشنیع کی جائے۔ اور اسے لوگوں میں اس کام کے نہ کرنے کے باعث بدنام کیا جائے۔

مثلاً

ایک شخص روزانہ ایک ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ کا ورد کرتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو روزانہ اتنی مرتبہ کلمہ شریف پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہاں اگر وہ شخص یہ بھی کہنا شروع کردے کہ جو شخص ایک ہزار مرتبہ کلمہ شریف کا ورد نہ کرے وہ وہابی ہے۔ (پنجابی اصطلاح میں بے ایمان ہے) تو پھر اس شخص کو کہا جائے گا کہ بدعتی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیز ثابت شدہ ہے اس کا پابند ہونا تو ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اس کے بعد جو چیز بھی دین کے نام سے تجویز کی جائے۔ اگر خود اس پر عمل کرلیا جائے تو حرج نہیں ہے۔ ہاں اس چیز کو دوسرے مسلمانوں پر لازم کرنے اور نہ کرنے پر ملامت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

حق پرست علماء کرام اور مبتدعین میں جھگڑا اسی چیز کا ہے

مبتدعین دین کے نام سے کئی چیزیں ایجاد کرتے ہیں۔ اور پھر ان خود ساختہ چیزوں کے نہ کرنے والوں پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ حق پرست علماء کرام کہتے ہیں کہ نئی ان ایجاد شدہ چیزوں کے نہ کرنے والوں پر آپ کو طعن و تشنیع کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر مبتدعین اس سمجھوتے پر آجائیں تو سنی فرقوں کے علماء کرام کے جھگڑے سب ختم ہوسکتے ہیں۔ اور یہ سب حضرات ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوسکتے ہیں۔

سچی بات تو یہ ہے

کہ جب اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر یہ ارشاد نازل فرما دیا تھا۔

(اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ط) الآیہ سورہ المائدہ رکوع ۱ پارہ ۶

ترجمہ۔ آج میں تمہارے لئے تمہارا دین پورا کرچکا۔ اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کردیا اور میں نے تمہارے واسطے اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے۔

نتیجہ

جب اللہ تعالےٰ کا دین حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مکمل ہوچکا ہے تو پھر اب اس میں نئی چیزیں ایجاد کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے اور اگر کوئی کرے تو پھر اسے دوسرے مسلمانوں پر لازم کرنے کا کیا حق ہے۔ اس لئے میں نے عنوان میں عرض کیا تھا۔ جس نے رحمۃ للعالمین کے منصب کو پہچان لیا۔ وہ بدعت میں مبتلا نہیں ہوسکتا۔

وما علینا الا البلاغ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

تبصرہ

زادِ آخرت ۔ مرتبہ قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب پروفیسر عربک۔ گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد ضلع ہزارہ

سائز $\frac{20\times30}{16}$ قیمت ۴ر

ضخامت ۔ ۴۰ صفحات کتابت طباعت اور کاغذ بہتر

ملنے کا پتہ : دارالاشاعت والتبلیغ شمس آباد ضلع اٹک

یہ کتابچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیس ارشادات کا مجموعہ ہے۔ جس میں عربی عبارت کو اعراب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بامحاورہ ترجمہ اور ضروری تشریح بھی شامل ہے۔ ان سب باتوں نے اس کتابچہ کو غیر عربی دان مسلمانوں کے لئے مفید بنادیا ہے۔ ان کو اس سے پوری طرح مستفید ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ مؤلف محترم نے اس کو اپنے لئے زادِ آخرت قرار دیا ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کی یہ آرزو پوری فرمائیں آمین یا الہ العالمین

ہماری رائے میں یہ کتابچہ اور زیادہ مفید ہو جاتا اگر اس میں راویانِ کرام کے اسمائے گرامی اور کتب احادیث کے حوالہ جات بھی درج کردیئے جاتے ہمیں امید ہے کہ دوسرے ایڈیشن میں اس کمی کو پورا کردیا جائے گا۔

مجلس ذکر

منعقدہ ۹ صفر المظفر سنہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۵ر ستمبر سنہ ۱۹۵۷ عیسوی

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:۔

استقامت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝۔
اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ (سورہ حٰم السجدہ رکوع ۴ پ ۲۴ (ترجمہ بے شک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اس پر قائم رہے۔ ان پر فرشتے اُتریں گے کہ تم خوف نہ کرو۔ اور نہ غم کرو اور جنت میں خوش رہو۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا)

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس ان احباب کے لئے منعقد کی جاتی ہے جن کو یہ شوق ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کو امراض روحانی سے شفایاب ہو کر دُنیا سے رخصت ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں یہ بھی عرض کیا کرتا ہوں کہ بیماریاں دو قسم کی ہیں۔ ۱۔ جسمانی۔ ۲۔ روحانی۔ جسمانی امراض کا تو عام طور پر احساس ہوتا ہے بچہ کے پیٹ میں درد ہو تو وہ بھی روتا ہے ماں اس کے رونے سے سمجھ جاتی ہے۔ کہ اس کے پیٹ میں درد ہے۔ اللہ تعالےٰ کا فضل شامل حال ہو تو علاج کرانے کے بعد اکثریت شفایاب بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن امراض روحانی کا احساس بہت کم لوگوں کو ہوتا ہے۔ رُوحانی امراض کے متعلق میں وقتاً وقتاً کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ دروازہ الٰہی پر آنے اور ہادی کی صحبت نصیب ہونے کے بعد ان امراض کا احساس ہوتا ہے پہلے ہادی تشخیص کرتا ہے پھر علاج کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے شفا بھی ہو جاتی ہے۔ جس طرح والدین بچہ کی تربیت کرتے ہیں۔ باپ کماتا ہے اور ماں پکاتی اور کھلاتی ہے۔ جو بچہ پہلے کروٹ بھی نہ بدل سکتا تھا۔ وہ والدین کی تربیت سے آہستہ آہستہ جوان ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہادی کی تربیت سے آہستہ آہستہ روحانیت میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ طالب تربیت کے بعد آہستہ آہستہ اس درجہ پہ پہنچ جاتا ہے۔ جہاں سے عالم ملکوت کے حالات کو اخذ کرنے لگتا ہے۔ اسی لیے تو میں کہا کرتا ہوں کہ اولیاء اللہ کے جوتوں کے تلووں کی خاک کے ذرّوں میں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے۔

اگر امراض رُوحانی کا اس دنیا میں علاج نہ ہوا تو قبر میں ہوگا۔ اولیاء اللہ قبر دیکھ کر بتلا دیتے ہیں کہ یہ جہنم کا گڑھا بنی ہوئی ہے یا جنت کا باغ۔ یہ علم غیب نہیں ہے۔ علم غیب بلا حیلہ بلا وسیلہ بلا ذریعہ اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی پہلی حدیث میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوال کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک سوال قیامت کے متعلق ہے۔ حضورؐ نے اس کے جواب میں فرمایا مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْہَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ (ترجمہ۔ جس سے پوچھا جا رہا ہے۔ وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا ہے) آپ نے قیامت کی علامتیں بیان فرمائی ہیں۔ جن میں سے اکثر ظاہر ہو چکی ہیں۔ صرف دو چار بڑی بڑی علامتیں باقی ہیں۔ لیکن آپ نے نہ صدی نہ سن نہ مہینہ اور نہ ہفتہ کی تعیین فرمائی۔ صرف دن کی تعیین فرمائی ہے کہ جمعہ کا دن ہوگا۔

ڈاکٹر اور حکیم نبض دیکھ کر مرض بتلا دیتے ہیں۔ کیا یہ علم غیب ہے؟ ہر ایک کی استعداد کے مطابق اس کی تربیت میں وقت صرف ہوتا ہے۔ بعض کی ۵ سال۔ بعض کی ۱۰ سال بعد تربیت ہوتی ہے اور بعض کی ساری عمر نہیں ہوتی معدودے چند ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی ایک دو روز میں ہی تربیت ہو جاتی ہے۔

آج کا عنوان ہے **استقامت**۔ جو آیت میں نے تلاوت کی ہے۔ اس میں اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس آیت کا مصداق بن کر دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الٰہ العالمین۔

ایک دن زبان سے رَبُّنَا اللّٰہُ کہا تو اللہ تعالےٰ سے کنکشن ہو گیا۔ پھر اس کا دروازہ چھوڑ کر دوسرے کسی دروازے پہ نہ گئے اور نہ غیر اللہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُہٗ الاٰیہ (سورہ الحجر رکوع ۲ پ ۱۴) (ترجمہ اور ہر چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں) صحت۔ لباس۔ مکان۔ اولاد۔ عدل و انصاف ہر چیز کے خزانے اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ جس چیز کی ضرورت ہو۔ اُسی سے مانگی جائے۔

ہر چیز کی نشو و نما کے تین درجے ہوتے ہیں۔ (۱) ابتدائی۔ (۲) اوسط اور (۳) انتہائی۔ مثلاً انسان جب پیدا ہوتا ہے تو چھ ماہ تک کروٹ بھی نہیں بدل سکتا۔ ذرا بڑا ہوا تو بیٹھنے لگتا ہے۔ پھر گھٹنوں کے بل چلتا ہے۔ اس کے بعد چلنا اور دوڑنا سیکھ جاتا ہے۔ ۵۔ ۶ سال تک ابتدائی درجہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد اٹھارہ سال تک اوسط۔ اور ۴۰ سال تک انتہائی درجہ ہوتا ہے۔ دانہ جب بویا جاتا ہے تو پودا اُگتا ہے پودا جب بڑا ہو جاتا ہے تو اس میں بالیاں لگتی ہیں۔ بالیوں میں دانے پیدا ہوتے ہیں۔ دانہ پہلے دودھیا ہوتا ہے پھر پختہ ہو جاتا ہے۔ قرب الی اللہ کے بھی یہی تین درجے ہیں۔ انتہائی درجے کا نام استقامت ہے۔

انبیاء علیہم السلام اہل استقامت کے امام ہوتے ہیں۔ ساری قوم ایک طرف ہوتی ہے اور نبی ایک طرف ہوتا ہے۔ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک طرف تھے اور سب قریش دوسری طرف۔ لوط علیہ السلام ایک طرف تھے اور سارے بدمعاش دوسری طرف۔ انبیاء علیہم السلام کوہ استقامت ہوتے ہیں اور ان پر مخالفین کا ذرہ برابر رعب نہیں پڑتا۔ جنگ ہوازن میں بکثرت نومسلم نوجوان تھے۔ جو فتح مکہ معظمہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئے تھے۔ وہ آگے تھے اور تجربہ کار صحابہؓ پیچھے تھے۔ دشمنوں کی طرف سے جب تیروں کی بارش ہوئی تو بھاگڑ پڑ گئی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر کھڑے رہے اور یہ کلمات آپ کی زبان مبارک پر تھے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

(ترجمہ۔ میں کوئی جھوٹا نبی نہیں ہوں میں عبدالمطلب کا بیٹا (پوتا) ہوں یعنی میں دعوئے نبوت میں بھی سچا ہوں اور خاندانی لحاظ سے بھی ایک بہادر قوم کا فرد ہوں)

نمبر اول صاحب استقامت انبیا علیہم السلام ہوتے ہیں۔ نمبر دوم ان کے دروازے کے غلاموں میں سے بھی بعض اس مرتبہ پر فائض ہو جاتے ہیں۔ فرعون کے جادوگر جب موسٰے علیہ السلام پر ایمان لے آئے تو فرعون ان کو دھمکیاں دیتا ہے۔ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ (سورہ طٰہٰ ع ۳ پ۱۶) (ترجمہ سو اب میں تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا دوں گا اور تمہیں کھجور کے تنوں پر سولی دونگا) فرعون خدائی کا دعویدار ہے وہ پھانسی بھی دے سکتا ہے اور ہاتھ پاؤں بھی کاٹ سکتا ہے۔ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ الآیہ (سورۃ القصص ع ۴ پ۲۰) (ترجمہ۔ میں نہیں جانتا کہ میرے سوا تمہارا کوئی اور معبود ہے۔ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (سورہ النزعٰت ع ۱ پ۳۰) (ترجمہ۔ پھر کہا میں تمہارا سب سے برتر رب ہوں) ایسے مغرور بادشاہ کو جادوگر جواب دیتے ہیں۔ فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ط اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ط (سورہ طٰہٰ ع ۳ پ۱۶) (ترجمہ۔ سو تو کر گزر جو تجھے کرنا ہے۔ تو صرف اس دنیا کی زندگی پر حکم چلا سکتا ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بعض قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ صدیق اکبرؓ نے ان کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا۔ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عِقَالًا لَجَاهَدْتُهُمْ عَلَيْهِ (ترجمہ اگر وہ مال زکوٰۃ میں سے مجھ کو اونٹ کی رسی دینے سے بھی انکار کریں گے تو میں ان کے خلاف جہاد کرونگا حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تَاَلَّفِ النَّاسَ وَ ارْفُقْ بِهِمْ (اے رسول اللہؐ کے خلیفہ! لوگوں سے اُلفت و موافقت کریں اور ان سے نرمی برتیں) صدیق اکبرؓ نے ان کو ڈانٹا۔ اَجَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَ خَوَّارٌ فِي الْاِسْلَامِ اِنَّهٗ قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَ تَمَّ الدِّيْنُ اَيَنْقُصُ وَاَنَا حَيٌّ (ترجمہ۔ ایام جاہلیت میں تو تم بڑے بہادر تھے اور اسلام میں (داخل ہو کر) بزدل ہوتے ہو۔ بے شک وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اور دین کامل ہو چکا ہے۔ اس (دین) میں نقص پیدا ہو اور میں زندہ رہوں (یہ ہرگز نہیں ہو سکتا) صدیق اکبرؓ کی استقامت اسلام کو بچا کر لے گئی۔ ورنہ اسلام مدینہ میں ہی دفن ہو جاتا۔ ایک قبیلہ زکوٰۃ معاف کرا لیتا۔ دوسرا نماز۔ تیسرا روزے اور چوتھا حج۔ اس موقع پر بڑے بڑے صحابہ کرام کے قدم بھی ڈگمگا گئے تھے۔ غرضیکہ ساری قوم ایک طرف ہے اور حضرت صدیق اکبرؓ طرف وہ تن تنہا اونٹ یا گھوڑے پر سوار ہو کر مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کے لئے تشریف لے جانے لگتے ہیں تو حضرت علیؓ مہار یا باگ پکڑ لیتے ہیں۔ اس کے بعد صحابۂ کرام کو علم ہوا کہ اللہ تعالٰے کی مرضی یہی ہے

صوفیاء کرام فرماتے ہیں:۔

اُطْلُبُوا الْاِسْتِقَامَةَ وَلَا تَطْلُبُوا الْكَرَامَةَ فَاِنَّ الْاِسْتِقَامَةَ فَوْقَ الْكَرَامَةِ (ترجمہ استقامت کی دعا کرو اور کرامت کی دعا نہ کرو۔ کیونکہ استقامت کرامت سے بالاتر ہے) اللہ والے یہ سبق پڑھاتے ہیں۔ استقامت کا درجہ کرامت سے اس لئے بالاتر ہے۔ کہ استقامت صاحب استقامت کو دے دی جاتی ہے۔ وہ دن کو بھی صاحب استقامت ہوتا ہے۔ اور رات کو بھی۔ کرامت ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ اللہ تعالٰے جب چاہے ولی کے ہاتھ سے کرامت دکھا دے کرامت میں ہاتھ ولی کا ہوتا ہے۔ اور طاقت اللہ تعالٰے کی کام کرتی ہے۔ کرامت اور معجزہ میں فرق یہ ہے کہ نبی کے ہاتھ پر خلاف معتاد کوئی چیز ظاہر ہو تو وہ معجزہ ہے۔ غیر نبی کے ہاتھ پر ہو تو کرامت۔ نہ معجزہ نبی کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اور نہ کرامت ولی کے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى الآیہ (سورہ الانفال ع ۲ پ۹) (ترجمہ۔ اور آپ نے مٹھی نہیں پھینکی۔ جبکہ آپ ہی نے پھینکی تھی)۔ ایک مٹھی بھر کنکریوں کا ہر کافر کی آنکھ میں پڑ جانا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ بظاہر حضورؐ نے ہی کنکریاں پھینکی تھیں۔ لیکن ان کو اتنا پھیلا دینا یہ اللہ تعالٰے کا کام تھا۔ ہاتھ حضورؐ کا تھا اور طاقت اللہ تعالٰے کی۔ چونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اس لئے اب معجزات ظاہر نہ ہوں گے۔ لیکن اولیائے کرام کی کرامتیں اب بھی ظاہر ہوتی رہیں گی۔ میں بھی کرامتوں کا قائل ہوں۔

حضرت امروٹیؒ کے بڑے خلیفہ حضرت مولانا عبدالعزیزؒ ساکنہ تھریجانی ضلع سکھر تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرتؒ ان کے ہاں تشریف لائے انہوں نے صرف ۱۵-۲۰ آدمیوں کے کھانے کا انتظام کیا تھا۔ لیکن جب کھانے کا وقت آیا تو بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ حضرتؒ کو جب اس کا علم ہوا تو فرمایا عبدالعزیزؒ روٹیوں اور سالن پر کپڑا ڈال کر کھلانا شروع کر دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جتنے لوگ موجود تھے۔ سب کھا گئے یہ حضرتؒ کی کرامت تھی۔

ثُمَّ اسْتَقَامُوْا جو آیت میں نے شروع میں تلاوت کی ہے۔ اس میں ثُمَّ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ ثُمَّ میں کافی دیر پائی جاتی ہے۔ "ف" بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مگر اس میں کم دیر پائی جاتی ہے۔ جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ انہوں نے جو کام کیا ٹھیک کیا۔ اللہ تعالٰے ان سے راضی ہو گئے اور بہشت کا ٹکٹ عطا فرما دیا۔ اللہ تعالٰے مجھے اور آپ کو اس درجہ پر پہنچائے آمین یا الٰہ العالمین۔

فکر تو اس جہان کی ہونی چاہیئے جہاں سدا رہنا ہے۔ اس جہان کی ڈیوڑھی قبر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضورؐ کے درمیان ڈھائی ہزار برس کا فاصلہ تھا۔ حضورؐ کی بعثت کو اب چودہ سو سال ہو چکے ہیں۔ گویا ا کے زمانہ کے لوگ تقریباً چار ہزار سال سے قبروں میں سوئے ہوئے قیامت کا انتظار کر رہے ہیں۔ نہ معلوم ہم نے کتنا عرصہ قبروں میں سونا ہے۔ بے دین دنیا دار اکثر اس قسم کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ ہم جنازہ کو کندھا نہیں دیں گے نہ ہم رشتہ لیں گے اور نہ دیں گے۔ عام لوگ ان دھمکیوں سے ڈر جاتے ہیں لیکن صاحب استقامت کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ فقط ایک اللہ تعالٰے پر بھروسہ رکھتا ہے۔ ع

میرے مولا میری بگڑی کے بنانیوالے

جن کا کوئی نہیں ہوتا۔ کیا ان کو بیویاں نہیں ملتیں؟ کیا ان کے جنازے پڑے رہ جاتے ہیں؟

قرآن مجید کی برکت سے صحابہ کرامؓ کے ایمان اتنے مضبوط ہو گئے تھے۔ کہ

ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے سوا کسی کی پرواہ نہ تھی۔ وہ قیصر اور کسریٰ سے ٹکرا گئے۔ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے میں شکست دی۔

اب بھی قرآن مجید کے دروازے پر عقیدت سے آبیٹھے۔ پھر ایمان اتنا مضبوط ہو جائے گا کہ کسی کی پرواہ نہ ہوگی ڈاکٹر اور حکیم جسمانی کمزوری کا نسخہ بتلاتے ہیں۔ اس کے استعمال سے واقعی طاقت آ جاتی ہے۔ روحانی طاقت کا نسخہ قرآن مجید ہے۔

استقامت کے درجہ پر پہنچنے کے لئے تربیت کی ضرورت ہے پختگی آہستہ آہستہ آتی ہے اوصی نفسی اولاً و ایاکم بعدہٗ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو سدا ہی قرآن کے دروازہ پر آنے کی توفیق عطا فرمائے مجھے مرتے دم تک اخلاص سے قرآن سنانے اور آپ کو عقیدت سے سننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور ملنے کا پتہ:-

ملتان
طبیب امیر علی صاحب قریشی خیر المدارس

سکھر
مولانا شبیر محمد صاحب مہتمم مدرسہ انوار العلوم

[illegible]ال
میاں محمد رفیق صاحب برتن فروش اکبر بازار

ٹیکسلا
حکیم شمس الدین صاحب قریشی دواخانہ

کہروڑ پکا
ابو ظفر حاجی نور محمد صاحب چوہان مسلم نیوز ایجنسی

گوجرانوالہ
مولوی نور الدین صاحب چاہ باویاں والا

میلسی
میاں عبدالواحد صاحب عابد نیوز ایجنٹ

کیمبل پور
قاضی محمد عبد اللطیف صاحب متصل گرلز ہائی سکول

رحیم یار خاں
محمد شریف صاحب جن قاسمی تاج کریانہ سٹور

جھنگ مگھیانہ
میاں جان محمد صاحب آزاد نیوز ایجنٹ

چشتیاں
مولانا ہارون رشید صاحب کتب خانہ مدنی

اور ریلوے بک سٹالوں سے طلب کریں۔

ارشاداتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

(از جناب مولانا ضیاء الدین صاحب خطیب جامع مسجد واہ فیکٹری)

(۱) تمہارے تمام کاموں میں سب سے زیادہ اہتمام کے قابل میرے نزدیک نماز ہے جس نے نماز کی حفاظت کی اس نے اپنا دین محفوظ کر لیا۔ اور جس نے نماز کو ضائع کیا تو وہ دوسری چیزوں کو بدرجہ اولیٰ ضائع کر دے گا۔

(۲) فرمایا دعا آسمان اور زمین کے درمیان رہتی ہے۔ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے۔

(۳) فرمایا کرتے تھے۔ سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ فرائض کو ادا کرے اور منہیات سے بچے اور نیت اپنے خدا کے ساتھ درست رکھے۔

(۴) فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو دوسروں پر رحم نہ کرے اور اس شخص کی خطائیں نہیں بخشتا جو دوسروں کی خطائیں نہ بخشے۔

(۵) آخری وصیت میں فرمایا کہ دیکھو کتاب اللہ سے غفلت نہ کرنا۔ جب تک تم اس کی پیروی کرتے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔ دیکھو مہاجرین کے اعزاز و اکرام میں کوتاہی نہ کرنا۔ مسلمان تو بہت ہوں گے مگر مہاجرین اب کہاں اور انصار کا بھی لحاظ رکھنا۔ وہ اسلام کے ملجا و ماویٰ ہیں۔ اور بدوی کا خیال رکھنا وہ تمہاری اصل ہیں۔ اور ذمی کافروں سے جو معاہدہ ہو جائے اس پر قائم رہنا۔

(۶) فرماتے تھے تین چیزیں تیرے بھائی کے دل میں محبت قائم کر دیں گی۔ جب ملاقات ہو تو سلام کرنے میں ابتدا کر۔ اس کے ناموں میں جو اس کو زیادہ پسند ہو اس نام سے اسے پکار۔ محفل میں اس کے لئے جگہ کشادہ کر دے۔

(۷) فرمایا کہ طمع فقیری پیدا کرتی ہے۔ اور مایوسی غنی کر دیتی ہے۔ اور ہر معاملہ میں سوائے آخرت کے معاملہ کے دیر کرنی بہتر ہے۔

(۸) فرمایا زنا کی کثرت سے زمین میں زلزلہ آ جاتا ہے۔ اور حکام کے ظلم سے قحط بڑھتا ہے۔

(۹) فرمایا علماء کی مجلسوں سے جدا نہ رہا کرو۔ خدا نے روئے زمین پر علماء کی مجلسوں سے زیادہ بزرگ تر کوئی مقام نہیں پیدا کیا۔

(۱۰) فرمایا علم حاصل کرو۔ اور علم کے لئے وقار اور سکینہ اور حلم سیکھو۔

(۱۱) جب کسی عالم کو دیکھو کہ دنیا سے محبت رکھتا ہے تو دین کی بات میں اس کا اعتبار نہ کرو۔

(۱۲) فرمایا ایک عالم کا مرجانا ہزار عابد قائم اللیل صائم النہار کے مرجانے سے بڑھ کر ہے۔

(۱۳) فرمایا توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو۔ ان کے دل بہت نرم ہوتے ہیں۔

(۱۴) فرمایا دنیا کو کم حاصل کرو تو آزاد زندگی حاصل ہوگی۔ گناہ کم کرو۔ تو موت آسان ہوگی۔

(۱۵) آخر عمر میں یہ دعا مانگتے تھے یا اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما۔ اور اپنے رسولؐ کے شہر میں موت دے

(۱۶) زخمی ہونے کے بعد نماز پڑھی اور فرمایا کہ جس کی نماز جاتی رہی اس کا دین میں کچھ حصہ نہیں۔

تصحیح

۱۳۔ اگست ۱۹۵۷ء کے شمارہ صفحہ ۱۴ کے اشتہار میں پہلی تین سطریں کی یوں تصحیح کر لی جائے۔

بنگال آئل ملز لمیٹڈ کراچی

نے خالص روغنیات کی کمیابی و گرانی کو مدنظر رکھتے ہوئے مصفا روغن سرسوں بنام سرسونا تیار کیا ہے۔ جو حکومت کا پاس شدہ ہے

ہفت روزہ خدام الدین لاہور، کی توسیع اشاعت میں حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کریں۔

(مینجر)

قرآن اور صفاتِ الٰہی کا تصوّر

(از جناب ایم عبدالرحمٰن صاحب لودیانوی بی اے۔ بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ)

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
منزل تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اول وصفِ تو ماندہ ایم

شانِ الٰہی

اے بروں از وہم و قال و قیلِ من
خاک بر فرقِ من و تمثیلِ من

وَلَہُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج

پ ۲۱ ع ۶ - اور اس کی شان آسمان اور زمین میں سب سے اوپر ہے۔

اعلیٰ سے اعلیٰ صفات اور اونچی سے اونچی شان اس کی ہے۔ آسمان و زمین کی کوئی چیز اپنے حسن و خوبی میں اس کی شان و صفت سے لگاّ نہیں کھا سکتی۔ مساوی ہونا تو کجا؟ وہ تو اس سے بھی بالا و برتر ہے۔

جہاں تک مخلوق اسکے جلال و جمال کا تصور کر سکتی ہے۔ بلکہ جو خوبی کسی جگہ موجود ہے وہ اسی کے کمالات کا ادنیٰ پرتَو ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں کہ آسمان کے فرشتے نہ کھائیں نہ پیئیں نہ حاجت بشری رکھیں سوائے بندگی کے کچھ کام نہیں۔ اور زمین کے لوگ سب چیز میں آلودہ۔

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ سورۃ الشوریٰ رکوع ۲ پارہ ۲۵ - ترجمہ:- کوئی چیز اس کی مثل نہیں۔ اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

آسمان و زمین کے رہنے والے سب اسی کی مملوک اور اسی کی رعیت ہیں۔ کس کی طاقت ہے کہ اُسکے حکم تکوینی سے سرتابی کر سکے۔ آسمان و زمین میں سب جگہ اُسی کا حکم اور اختیار چلتا ہے۔ ایجاد و اعدام کی باگ اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ کوئی طاقت اس کے تصرّفِ تکوینی کو روک نہیں سکتی۔ موت و حیات حقیقی ہو یا مجازی، حسّی ہو یا معنوی سب کی باگ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ پھر مرنے کے بعد زندہ کرنا قبروں سے نکال کر کھڑا کرنا کیا مشکل ہوگا۔ وہی ازلی و ابدی ہے۔ جب کوئی نہ تھا وہ موجود تھا۔ اور جب کوئی نہ رہے گا وہ موجود رہے گا۔

ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاہِرُ وَالْبَاطِنُ ج

پ ۲۷ ع ۱۷ ترجمہ:- وہی ہے سب سے پہلا اور سب سے پچھلا اور باہر اور اندر ہر چیز کا وجود و ظہور اُس کے وجود سے ہے۔ لہٰذا اس کا وجود اگر ظاہر و باہر نہ ہو تو اور کس کا ہوگا۔ عرش سے فرش تک اور ذرّہ سے آفتاب تک ہر چیز کی ہستی اس کی ہستی کی روشن دلیل ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ اس کی کنہ ذات اور حقائق صفات تک عقل و ادراک کی رسائی نہیں۔ کسی ایک صفت کا حاطہ بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ نہ اپنے قیاس و رائے سے اس کی کچھ کیفیت بیان کر سکتا ہے۔ بایں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ اس سے زیادہ باطن اور پوشیدہ کوئی نہیں بہرحال وہ اندر بھی، باہر بھی، ظاہر بھی باطن بھی کھلے اور چھپے ہر قسم کے احوال جاننے والا ہے۔ ظاہر بمعنی غالب، ایسا کہ اُس سے اوپر کوئی قوّت نہیں۔ باطن ایسا کہ اس سے پرے کوئی موقع نہیں جہاں اس کی آنکھ سے اوجھل ہو کر پناہ مل سکے۔ فی الحدیث، وَاَنْتَ الظَّاہِرُ فَلَیْسَ فَوْقَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَکَ شَیْءٌ۔

اللہ تعالیٰ کی معیت

وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ ط۔

پ ۲۷ ع ۱۷ - اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔

اللہ کسی وقت تم سے غائب نہیں بلکہ جہاں کہیں تم ہو اور جس حال میں ہو وہ خوب جانتا ہے۔ اور تمام کھلے چھپے اعمال کو دیکھتا ہے۔ دلوں میں جو نیّتیں اور ارادے پیدا ہوں یا خطرات و وساوس آئیں وہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔

ربوبیتِ الٰہیہ

اللہ تعالےٰ کی ربوبیت کا اقرار تم دنیا میں آنے سے پہلے کر چکے ہو۔ چنانچہ آج تک اس قرار کا کچھ نہ کچھ اثر بھی قلوب بنی آدم میں پایا جاتا ہے۔ پھر دلائل و براہین اور ارسال رسل کے ذریعہ سے اس ازلی عہد و پیمان کی یاد دہانی اور تجدید بھی کی گئی۔ اور انبیائے سابقین نے اپنی اُمتوں سے یہ عہد بھی لیا۔ کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں گے۔ اور تم میں سے بہت وہ بھی ہیں جو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر سمع و اطاعت اور انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ امور ایمانیہ پر کاربند رہنے کا پختہ عہد کر چکے ہیں۔ پس ان مبادی کے بعد کہاں گنجائش ہے کہ جو ماننے کا ارادہ رکھتا ہو وہ نہ مانے اور جو مان چکا ہو وہ اس سے انحراف کرنے لگے۔

اِلٰہ کے لُغوی معنی

لفظ اللہ کے متعلق علمائے لغت و اشتقاق کے مختلف اقوال ہیں۔ مگر سب سے زیادہ قوی قول یہ معلوم ہوتا ہے کہ اِس کی اصل 'اَلٰہ' ہے اور 'اَلٰہ' کے معنی تحیّر اور درماندگی کے ہیں۔ بعضوں نے اسے "ولہ" سے ماخوذ بتایا ہے۔ اور اس کے معنی بھی یہی ہیں۔ پس خالق کائنات کے لئے یہ لفظ اس لئے اسم قرار پایا کہ اس بارہ میں انسان جو کچھ جانتا اور جان سکتا ہے وہ عقل کے تحیّر اور ادراک کی درماندگی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ وہ جس قدر بھی اس ذات مطلق کی ہستی میں غور و خوض کرے گا اس کی عقل کی حیرانی اور درماندگی بڑھتی ہی جائے گی۔ یہاں تک کہ وہ معلوم کر لے گا کہ اس راہ کی ابتدا بھی عجز و حیرت سے ہوتی ہے اور انتہا بھی عجز و حیرت ہی ہے۔

نزول قرآن سے پہلے عربی میں اللہ کا لفظ خدا کے لئے بطور اسم ذات کے مستعمل تھا۔ جیسا کہ شعرائے جاہلیت کے کلام سے ظاہر ہے یعنی خدا کی تمام صفتیں اس کی طرف منسوب کی جاتی تھیں۔ یہ کسی خاص صفت کے لئے نہیں بولا جاتا تھا۔ قرآن نے بھی یہی لفظ بطور اسم ذات کے اختیار کیا اور تمام صفتوں کو اس کی طرف نسبت دی۔ وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِہَا۔ پ ۹ ع ۱۲ اور سب اچھے نام اللہ کے لئے ہیں۔ سو اس کو پکارو وہی نام کہہ کر۔

قرآن نے یہ لفظ محض اس لئے اختیار کیا کہ لغت کی مطابقت کا مقتضا بھی یہی تھا یا اس سے بھی زیادہ کوئی معنوی موزونیت اس میں پوشیدہ ہے؟

جب ہم اس لفظ کی معنوی دلالت پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے اس غرض کے لئے سب سے زیادہ موزوں لفظ یہی تھا۔

چونکہ یہ اسم خدا کے لئے بطور اسم ذات کے لئے حاوی ہوگیا جن کا خدا کی ذات کیلئے تصور کیا جاسکتا ہے۔ اگر ہم خدا کا تصور اسکی کسی صفت کیساتھ کریں مثلاً 'ربّ' یا 'رحیم' کہیں تو یہ تصور صرف ایک خاص صفت ہی میں محدود ہوگا۔ یعنی ہمارے ذہن میں ایک ایسی ہستی کا تصور پیدا ہو جائے گا جس میں ربوبیت یا رحمت ہے۔ لیکن جب ہم اللہ کا لفظ بولتے ہیں تو فوراً ہمارا ذہن ایک ایسی ہستی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو ان تمام صفات حسن و کمال سے متصف ہے۔ جو اس کی نسبت بیان کئے گئے ہیں۔ اور جو اس میں ہونے چاہئیں۔ (مولانا آزاد)

صفاتِ الٰہی کا تصوّر

قرآن نے خدا کی صفات کا جو تصور قائم کیا ہے سورۃ فاتحہ اس کی سب سے پہلی رونمائی ہے۔ ربوبیت، رحمت اور عدالت انہی تین صفتوں کے تفکّر سے ہم اس کے تصور الٰہی کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔

خدا کا تصور ہمیشہ انسان کی روحانی اور اخلاقی زندگی کا محور رہا ہے۔ یہ بات کہ ایک مذہب کا معنوی اور نفسیاتی مزاج کیسا ہے اور وہ اپنے پیروؤں کے لئے کس طرح کے اثرات رکھتا ہے؟ یہ بات دیکھ کر معلوم کر لی جاسکتی ہے کہ اس کے تصور الٰہی کی نوعیّت کیا ہے؟ انسانی دماغ کا سب سے زیادہ پرانا تصور جو قدامت کی تاریکی میں چمکتا ہے وہ توحید کا تصور ہے۔ یعنی صرف ایک ان دیکھی اور اعلیٰ ہستی کا تصور جس نے انسان کو اور ان تمام چیزوں کو جنہیں وہ اپنے چاروں طرف دیکھ رہا تھا پیدا کیا۔ بعد ازاں توحید کی جگہ آہستہ آہستہ اشراک اور تعدّد الٰہ کا تصور پیدا ہونے

۔ استعمال کیا ہے اسلئے خدا کا تصور انسان کی صفات پر

لگا۔ لیکن انسان کی عقل ذاتِ مطلق کے تصور سے عاجز ہے۔ وہ جب کسی چیز کا تصور کرنا چاہتی ہے تو گو تصورِ ذات ذات کا کرنا چاہیئے لیکن تصور میں صفات و عوارض ہی آتے ہیں اور صفات ہی کے جمع و تفرق سے وہ ہر چیز کا تصور آراستہ کرتی ہے پس جب فطرت کے اندرونی جذبہ نے ایک بالاتر ہستی کے اعتراف کا ولولہ پیدا کیا تو ذہن نے چاہا اس کا تصور آراستہ کرے۔ لیکن جب تصور کیا تو یہ اس کی ذات کا تصور نہ تھا۔ بلکہ اس کی صفات کا تصور تھا۔ اور صفات میں سے بھی انہی صفات کا جن کا ذہنِ انسانی تخیّل کر سکتا تھا۔ یہیں سے خدا پرستی کے فطری جذبہ میں ذہن و فکر کی مداخلت شروع ہو گئی۔

قرآن نے توحید فی الصفات کا ایسا کامل نقشہ کھینچ دیا کہ لغزشوں کے تمام دروازے بند کر دئے۔ اس نے صرف توحید ہی پر زور نہیں دیا بلکہ شرک کی راہیں بھی بند کر دیں۔ وہ کہتا ہے ہر طرح کی عبادت اور نیاز کی مستحق صرف خدا ہی کی ذات ہے۔ پس اگر تم نے عابدانہ عجز و نیاز کے ساتھ کسی دوسری ہستی کے سامنے سر جھکایا تو توحید الٰہی کا اعتقاد باقی نہ رہا۔ وہ کہتا ہے یہ اُسی کی ذات ہے جو انسانوں کی پکار سنتی اور ان کی دعائیں قبول کرتی ہے۔ پس اگر تم نے اپنی دعاؤں اور طلبگاریوں میں کسی دوسری ہستی کو بھی شریک کر لیا تو گویا تم نے اُسے خدا کی خدائی میں شریک کر لیا۔ وہ کہتا ہے دعا، استعانت، رکوع، سجود، عجز و نیاز، اعتماد و توکل اور اس طرح کے تمام عبادت گزارانہ اور نیاز مندانہ اعمال وہ اعمال ہیں جو خدا اور اُس کے بندوں کا باہمی رشتہ قائم کرتے ہیں۔ پس اگر ان اعمال میں تم نے کسی دوسری ہستی کو بھی شامل کر لیا تو خدا کے رشتۂ معبودیت کی یگانگی باقی نہ رہی۔ اسی طرح عظمتوں، کبریائیوں، کارسازیوں اور بے نیازیوں کا جو اعتقاد تمہارے اندر خدا کی ہستی کا پیدا کرتا ہے وہ صرف خدا ہی کے لئے مخصوص ہونا چاہیئے۔ اگر تم نے ویسا ہی اعتقاد کسی دوسری ہستی کے لئے بھی پیدا کر لیا تو تم نے اُسے خدا کا نِدّ یعنی شریک ٹھیرا لیا اور توحید کا اعتقاد درہم برہم ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ سورۃ فاتحہ میں "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن" کی تلقین کی گئی۔ اس میں اول تو عبادت کے ساتھ استعانت کا بھی ذکر کیا گیا پھر دونوں جگہ مفعول کو مقدم کیا۔ جو مفید حصر ہے۔ یعنی صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ تمام قرآن میں اس کثرت کے ساتھ توحید فی الصفات اور ردِّ اشتراک پر زور دیا گیا ہے۔ کہ شاید ہی کوئی سورۃ بلکہ کوئی صفحہ اس سے خالی ہو۔ قرآن کے تصورِ الٰہی کی ایک بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اُس نے کسی طرح کی اعتقادی مفاہمت اس بارہ میں جائز نہیں رکھی وہ اپنے توحیدی اور تنزیہی تصور میں سرتاسر بے میل اور بے لچک رہا۔

قرآن نے تصورِ الٰہی کی بنیاد انسان کے عالمگیر وجدانی احساس پر رکھی ہے۔ یہ نہیں کیا ہے کہ اسے نظر و فکر کی کاوشوں کا ایک ایسا معمہ بنا دیا ہو جسے کسی خاص طبقہ کا ذہن ہی حل کر سکے انسان کا عالمگیر وجدانی احساس کیا ہے؟ یہ ہے کہ کائنات ہستی خود بخود پیدا نہیں ہو گئی۔ پیدا کی گئی ہے۔ اور اس لئے ضروری ہے کہ ایک صانع ہستی موجود ہو۔

قرآن سے پہلے علوم و فنون کی طرح مذہبی عقائد میں بھی خاص و عام کا امتیاز ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ اور خیال کیا جاتا تھا کہ خدا کا تصور تو حقیقی ہے۔ خواص کے لئے ہے۔ ایک تصور مجازی ہے اور عوام کیلئے ہے۔

اشتراکی تصورات کا کلی انسداد

جہانتک توحید اور اشراک کا تعلق ہے قرآن کا تصور اس درجہ کامل اور بے لچک ہے کہ اس کی کوئی نظیر پچھلے تصورات میں نہیں مل سکتی۔

قرآنی آیات کی جھلکیاں

(۱) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ پ۳ ع ۱۰۔ اللہ نے گواہی دی کہ سوائے اس کے کسی کی بندگی نہیں۔

(۲) (ا) اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ سوائے اسکے نہیں کہ اللہ ہی معبود ہے۔ (ب) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پ۳۰ ع۳۴ ترجمہ۔ کہہ دیجئے اللہ ایک ہے۔ (ج) یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پ۱۶ ع ۳ ترجمہ:۔ حکم آتا ہے مجھ کو کہ معبود تمہارا ایک معبود ہے۔

هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا

باقی برصفحہ ۱۴

اسلام لانے والوں پر قریش کے جور و ستم

(از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس لاہور کارپوریشن)

نمبر ۴

جب کفّار نے دیکھا۔ کہ ایسی اذیتوں اور تکلیفوں پر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تعلیم پر قائم ہیں۔ اور بےنظیر جُرأت اور انتھک محنت سے اپنا کام کر رہے ہیں۔ تو کفار نے کہا کہ بنو ہاشم جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ ہے۔ اگرچہ مسلمان نہیں ہُوا پھر بھی نبی کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ آؤ ان سے ناطہ رشتہ کرنا چھوڑ دو۔ انہیں گلی بازار میں پھرنے نہ دو۔ ان کو کوئی چیز مول بھی نہ دو۔ اس بات کا معاہدہ کیا۔ اور کعبہ پر لٹکایا گیا۔ (زادالمعاد صـ۲۹۹ جلد ۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا قبیلہ مجبور ہو گئے۔ گھربار چھوڑ کر پہاڑ کی گھاٹی میں محبوس و محصور ہو کے رہنے لگے۔ قریش نے اجناس خوردنی کا جانا بھی بند کر دیا۔ بنی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس قدر رویا کرتے کہ ان کی آواز گھاٹی کے باہر تک سُنائی دیتی۔ (زادالمعاد صـ۲۹۹ جلد ۱) تین برس حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے خاندان نے اسی طرح کاٹے۔ اور جو مسلمان تھے وہ بھی اپنے گھروں میں قیدی بن کر رہنے لگے۔ حج کے دنوں میں جب کافر بھی دشمن سے لڑنا حرام جانتے تھے۔ حضورؐ اس گھاٹی سے باہر نکلا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو خدا پر ایمان لانے کا وعظ سُنایا کرتے تھے۔ کم بخت ابولہب صبح سے شام تک حضورؐ کے پیچھے پیچھے پھرا کرتا اور کہا کرتا لوگو یہ دیوانہ ہے۔ اس کی بات نہ سُنو۔ جو کوئی اس کی بات سُنے گا اور مانے گا۔ وہ تباہ ہو جائے گا۔

تین برس تک حضورؐ نے اس سختی کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ جب کافروں نے گھاٹی پر سے پہرے اُٹھا لئے۔ اور دیمک نے ان کے معاہدے کے کاغذ کو کھا لیا۔ جو کعبہ پر لٹکایا گیا تھا تب حضورؐ باہر نکلے۔ اور پھر وعظ کا سلسلہ شروع کیا۔

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام میں داخل ہُوئے۔ وہاں مشرک سردار بیٹھے ہوئے تھے ابو جہل نے حضورؐ کو دیکھا۔ اور تمسخر سے کہا۔ عبد مناف والو! دیکھو تمہارا نبی آ گیا۔

عقبہ بن ربیعہ بولا۔ ہمیں کیا انکار ہے ہم میں سے کوئی نبی بن بیٹھے۔ کوئی فرشتہ کہلائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ باتیں سُن کر لوٹے۔ اور ان کے پاس آئے۔ پہلے عقبہ سے فرمایا۔ عقبہ! تو نے خدا اور رسولؐ کی حمایت کبھی بھی نہ کی۔ تو اپنی ہی بات کی پیچ پر اڑا رہا۔ پھر ابو جہل سے فرمایا۔ تیرے لئے وہ وقت بہت قریب آ رہا ہے۔ دُور نہیں ہے۔ کہ تو تھوڑا ہنسے گا۔ اور بہت روئے گا۔

پھر قریش سے فرمایا۔ تمہارے لئے وہ گھڑی نزدیک آ رہی ہے۔ کہ جس دین کا تم انکار کرتے ہو۔ آخر اسی میں داخل ہو جاؤ گے۔ طبری صـ۲۳۱

عزیز بھائیو۔ آگے چل کر تم دیکھو گے کہ حضورؐ کی یہ پیشینگوئی کیونکر پوری ہوئی۔

سنہ ۱۰ نبوت میں حضورؐ کے چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے بچپن سے حضورؐ کی تربیت کی تھی۔ اور جب سے حضورؐ نے نبوّت کی دعوت اور منادی شروع کی تھی۔ وہ برابر مددگار رہے تھے۔ اس لئے حضورؐ کو اُن کے مرنے کا صدمہ ہُوا۔ اُن سے تین دن پیچھے حضورؐ کی پیاری بیوی طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا۔ اس بیوی نے اپنا سارا مال و زر حضورؐ کی خوشی پر قربان اور راہِ خدا میں صرف کر دیا تھا۔ یہ سب سے پہلے اسلام لائی تھی۔ جبریل علیہ السلام نے اس بیوی کو خدا کا سلام پہنچایا تھا۔ اس بیوی کے گزر جانے کا رنج حضورؐ کو بہت ہوا۔

اب قریش نے حضور علیہ السلام کو زیادہ ترستانا شروع کر دیا۔ ایک دفعہ ایک شریر نے حضورؐ کے سر پر کیچڑ پھینک دی۔ حضورؐ اسی طرح گھر میں داخل ہُوئے حضورؐ کی بیٹی اُٹھی۔ وُہ سر دھلاتی جاتی تھی اور روتی جاتی تھی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ پیاری بیٹی! تم کیوں روتی ہو۔ تمہارے باپ کی حفاظت خدا خود فرمائے گا۔

اگرچہ ابو طالب کا سہارا جاتا رہا۔ اگرچہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی بیوی جو مصیبتوں اور تکلیفوں میں نہایت غمگسار تھی جُدا ہو گئی۔ مگر حضورؐ نے اب زیادہ جوش سے وعظ کا کام شروع کر دیا۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں بعد حضورؐ مکّہ سے نکلے اور بیرونجات کو وعظ کے لئے تشریف لے گئے۔ حضورؐ کے ساتھ اس سفر میں زیدؓ بن حارثہ تھے۔ مکّہ اور طائف کے درمیان جتنے قبیلے تھے۔ سب کو وعظ سُناتے۔ توحید کی منادی کرتے ہُوئے حضورؐ پیادہ پا طائف پہنچے۔ طائف میں بنو ثقیف آباد تھے۔ سرسبز ملک اور سرد پہاڑ پر رہنے کی وجہ سے ان کے غرور کی کوئی حد نہ تھی۔ عبد یالیل۔ مسعود۔ حبیب تینوں بھائی وہاں کے سردار تھے۔ حضورؐ پہلے ان ہی سے ملے۔ اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ ان میں سے ایک بولا۔ میں کعبہ کے سامنے داڑھی منڈوا دوں اگر تجھے اللہ نے رسولؐ بنایا ہو۔ دوسرا بولا۔ کیا خدا کو تیرے سوا اور کوئی بھی رسول بنانے کو نہ ملا۔ جسے چڑھنے کی سواری بھی میسّر نہیں۔ اگر اسے رسول بنانا تھا۔ تو کسی حاکم یا سردار کو بنایا ہوتا۔ تیسرا بولا کہ میں تجھ سے کبھی بات ہی نہیں کرنے کا۔ کیونکہ اگر تو خدا کا رسول ہے۔ جیسا کہ تو کہتا ہے تب تو یہ خطرناک بات ہے۔ کہ میں تیرے کلام کو رد کروں۔ اور اگر تو خدا پر جھوٹ بولتا ہے تو مجھے شایاں نہیں کہ تجھ سے بات کروں۔

نبی اللہ نے فرمایا۔ اب میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنے خیالات اپنے ہی پاس رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات دوسرے لوگوں کے ٹھوکر کھانے کا سبب بن جائیں۔ حضورؐ نے وعظ شروع فرمایا۔ تو ان سرداروں نے اپنے غلاموں اور شہر کے لڑکوں کو سکھا دیا۔ وہ لوگ وعظ کے وقت حضورؐ پر اتنے پتھر پھینکتے کہ حضورؐ لہو میں تربتر ہو جاتے۔ خون بہ بہ کر جوتے میں جم جاتا۔ اور وضو کے وقت پاؤں سے جوتا نکالنا مشکل ہو جاتا۔ (تاریخ طبری)

ایک دفعہ بدمعاشوں نے حضورؐ کو اس قدر گالیاں دیں۔ تالیاں بجائیں۔ چیخیں لگائیں کہ خدا کے نبیؐ ایک مکان کے احاطہ میں جانے پر مجبور ہوئے۔ یہ جگہ عقبہ و شیبہ فرزندان ربیعہ

کی تھی۔ اُنھوں نے دُور سے اس حالت کو دیکھا اور حضورؐ پر ترس کھا کر اپنے غلام عداس کو کہا کہ ایک پلیٹ میں انگور رکھ کر اس شخص کو دے آؤ۔ غلام نے انگور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر رکھ دیئے۔ حضورؐ نے انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور زبان سے فرمایا۔ بسم اللہ۔ اور پھر انگور کھانے شروع کئے۔ عداس نے حیرت سے حضورؐ کی طرف دیکھا۔ اور پھر کہا یہ ایسا کلام ہے کہ یہاں کے باشندے نہیں بولا کرتے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تم کہاں کے ہو۔ اور تمہارا مذہب کیا ہے؟ عداس نے جواب دیا کہ میں عیسائی ہوں۔ اور نینوٰی کا باشندہ ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم مرد صالح بن یونسؑ متی کے شہر کے باشندے ہو۔ عداس نے کہا۔ آپ کو کیا خبر ہے؟ کہ یونس بن متی کون تھا اور کیسا تھا؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ وہ میرا بھائی ہے۔ وہ بھی نبی تھا اور میں بھی نبی ہوں۔ عداس یہ سُنتے ہی جُھک پڑا۔ اور اس نے نبیؐ کا سر۔ ہاتھ۔ قدم چوم لئے۔ عقبہ بن شیبہ نے دُور سے غلام کو ایسا کرتے دیکھا۔ اور آپس میں کہنے لگے۔ لو غلام تو ہاتھوں سے نکل گیا۔ جب عداس اپنے آقا کے پاس لوٹ کر گیا۔ تو اُنہوں نے کہا۔ کمبخت تجھے کیا ہو گیا تھا۔ کہ اُس شخص کے ہاتھ پاؤں سر چومنے لگ گیا تھا۔ عداس نے کہا حضور عالی اس شخص سے بہتر روئے زمین پر کوئی بھی نہیں۔ اُس نے مجھے ایسی بات بتائی ہے جو صرف نبی ہی بتا سکتا ہے۔ انہوں نے عداس کو ڈانٹ دیا کہ خبردار! کہیں اپنا دین نہ چھوڑ دینا۔ تیرا دین تو اس کے دین سے بہت بہتر ہے۔ (طبری)

اسی مقام پر ایک دفعہ وعظ کرتے ہوئے خدا کے رسولؐ کے اتنی چوٹیں آئیں کہ حضورؐ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ زید نے آپؐ کو اپنی پیٹھ پر اُٹھایا۔ آبادی سے باہر لے گئے۔ پانی کے چھینٹے دینے سے ہوش آیا۔ اسی سفر میں اتنی تکلیفوں اور ایذاؤں کے بعد اور ایک شخص تک کے مسلمان نہ ہونے کے رنج اور صدمہ کے وقت بھی حضورؐ کا دل خدا کی عظمت اور محبت سے بھرپور تھا۔ اس وقت جو دُعا حضورؐ نے مانگی اس کے الفاظ یہ ہیں:-

الٰہی میں اپنی کمزوری۔ بے سرو سامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں۔ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ درماندہ عاجزوں کا مالک تو ہی ہے۔ اور میرا مالک بھی تو ہی ہے۔ مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے۔ لیکن جب مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ کیونکہ تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں۔ جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں۔ اور دُنیا و دین کے کام اس سے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ کہ تیرا غضب مجھ پر اُترے یا تیری نارضامندی مجھ پر وارد ہو۔ مجھے تیری ہی رضامندی اور خوشنودی درکار ہے۔ اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔

حضورؐ نے طائف سے واپس ہوتے ہُوئے یہ بھی فرمایا۔ میں ان لوگوں کی تباہی کے لئے کیوں دُعا کروں۔ اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے تو کیا ہُوا اُمید ہے کہ ان کی آئندہ نسلیں ضرور ایک خدا پر ایمان لانے والی ہوں گی۔
صحیح مسلم عن عائشہ ام المومنین (باقی پھر)

بقیہ قرآن اور صفات الٰہی کا تصور صفحہ ۱۲ سے آگے

نَوْمٌ ط پ ۳ ع ۲۔ ترجمہ:- وہ زندہ ہے سب کا تھامنے والا ہے۔ نہ پکڑ سکتی ہے اس کو اونگھ اور نہ نیند۔

(۳) اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ پ ۳۰ ع ۳۷۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ کسی کو جنا نہ کسی سے جنا۔

(۴) وَھُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْئٍ پ ۱۳ ع ۸۔ اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

(۵) وَھُوَ رَبُّ کُلِّ شَیْئٍ پ ۸ ع ۷۔ اور وہ (اللہ) ہر چیز کا پروردگار ہے۔

(۶) رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ سورۃ فاتحہ۔ وہی جہان کا پروردگار ہے اور انصاف کے دن کا مالک ہے۔

(۷) اِنَّ اللّٰہَ لَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝۔ پ ۱۷ ع ۱۵۔ اور تحقیق اللہ سب سے اچھی روزی دینے والا ہے۔

(۸) تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے۔ اور جسکو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

تاج کمپنی کی ایک بےنظیر خدمت

جہاں تک مجھے علم ہے۔ سارے مغربی پاکستان میں تاج کمپنی کو اللہ تعالےٰ نے جو توفیق قرآن مجید اور تفسیر کے علاوہ اسلام سے تعلق رکھنے والی اور بے شمار کتابوں کے شائع کرنے کی عطا فرمائی ہے۔ وہ مغربی پاکستان میں کسی جماعت یا کسی شخص کو ہرگز ہرگز نصیب نہیں ہے۔ اور جو چیز تاج کمپنی شائع کرتی ہے اس میں دل کھول کر روپیہ صرف کیا جاتا ہے۔ میرا یقین ہے کہ اس فراخ دلی کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس کمپنی کو بڑی برکت عطا فرمائی ہوئی ہے۔ کہ ہمیشہ کمپنی کی طرف سے کوئی نہ کوئی دیدہ زیب اور دل لُبھانے والی چیز شائع ہوتی رہتی ہے۔ اس وقت میرے سامنے "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب" سیرۃ رحمۃ للعالمین ہے۔ جو عکسی بلاکوں کی طباعت سے مزیّن ہو کر آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا کر رہی ہے۔ جو حضرت مولانا و مخدومنا مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک ہاتھوں کی تحریر شدہ ہے نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب میں کئی طرح کی جاذبیت پائی جاتی ہے۔ مثلاً ایک تو سیّد الانبیاء شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین کی مقدس اور پاکیزہ زندگی کے حالات کی جامعیۃ کے لحاظ سے۔ دوسرا ترتیب دینے والے کے تقدس اور للّٰہیت اور خلوص نیّت کی برکت سے۔ تیسرا عکسی بلاکوں کی دیدہ زیب تصویر سے۔ چوتھا خوش خطی کے لحاظ سے ہر صفحہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح کہ موتیوں کی ایک لڑی ہے۔

اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ میرے محترم دوست شیخ عنایت اللہ صاحب اور ان کے دوسرے شرکاء کمپنی کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔ اور ان کی نجات آخرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔ (مولانا احمد علی صاحب)

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔ "مینجر"

اصلاح الرسوم

(از حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب مدرس اول جامعہ اشرفیہ لاہور)

قسط دوم

منجملہ ان رسوم کے اکثر نوجوانوں کو گنجفہ شطرنج وغیرہ کھیلنے اور کبوتر بازی اور مرغ و بٹیر لڑانے اور کنکوا اڑانے کی عادت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے جہاں شراب قمار کے حرام ہونے کو فرمایا ہے، اور اس کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ شیطان یوں چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان عداوت اور بغض پیدا کر دے اور تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے دور کرے سو ظاہر ہے کہ جب حرام ہونے کی علت یہ ٹھیری تو جن چیزوں میں یہ علت پائی جائے گی اس کو حرام کہا جائے گا۔ ان سب کھیلوں میں جس قدر قلب کو مشغولی ہوتی ہے۔ اس کو دیکھنے والے جانتے ہیں جو بشری طبعی حوائج میں جیسا کھانا پینا پیشاب پاخانہ ان کی خبر نہیں رہتی نماز کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اور ان کو کھیلوں کی بدولت اکثر آپس میں گالی گلوچ اور رنج و تکرار بلکہ کبھی کبھی ہاتھا پائی کی بھی نوبت آجاتی ہے۔ پھر اس کے حرام ہونے میں کیا شبہ ہے۔

(شطرنج وغیرہ کا بیان)

حدیث میں ہے کہ جو شخص نرد سے کھیلا اس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابن ماجہ اور مالک نے اور حدیث میں ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص نرد سے کھیلے پھر اٹھ کر نماز پڑھے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص پیپ اور خنزیر کے خون سے وضو کرے اور پھر اٹھ کر نماز پڑھ لے۔ روایت کیا احمد نے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ شطرنج اہلِ عجم کا قمار ہے اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا ارشاد ہے کہ شطرنج نہیں کھیلتا مگر گنہگار یعنی اس کے کھیلنے سے گناہ ہوتا ہے۔ اور ان ہی سے روایت ہے کسی نے ان سے شطرنج کھیلنے کو پوچھا۔ فرمایا کہ یہ باطل ہے۔ اور اللہ تعالےٰ باطل کو پسند نہیں کرتا۔ ان تینوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔ اور ہدایہ اور در مختار وغیرہ میں شطرنج کو تصریحاً حرام لکھا ہے۔ خواہ اس میں بازی بدی جائے یا ویسے ہی کھیلیں

(کبوتر بازی) اب کبوتر بازی کی نسبت سنیئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک کبوتر کے پیچھے دوڑا جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شیطان دوسرے شیطان کے پیچھے پیچھے جا رہا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد اور ابن ماجہ اور بیہقی نے۔ پھر کبوتر بازوں کی عادت دوسروں کے کبوتر پکڑنے کی بھی ہے۔ یہ سراسر ظلم و غضب ہے۔ جس کی نسبت حدیثوں میں آیا ہے کہ اگر کسی کا حق کسی کے ذمہ رہ گیا ہوگا تو قیامت کے روز ظالم کی نیکیاں مظلوم کو اور مظلوم کے گناہ ظالم کو دیئے جائیں گے پھر ظالم دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

(تنبیہ) قیامت کے دن ظالم کا ایمان جو کہ عمدہ نیکی ہے مظلوم کو نہ دیا جائیگا۔

(کنکوا اڑانا)

اب کنکوے بازی کی نسبت سن لیجئے۔ جس قدر خرابیاں کبوتر بازی میں ہیں۔ قریب قریب اس میں بھی موجود ہیں (۱) کنکوے کے پیچھے دوڑنا جس میں پیغمبر صاحب نے دوڑنے والے کو شیطان فرمایا ہے (۲) کنکوے کو لوٹ لینا جس کی ممانعت حدیث میں صراحۃً وارد ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں لوٹتا کوئی شخص ایسا لوٹنا جس کی طرف لوگ نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہوں اور پھر بھی وہ مومن ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔ یعنے یہ خصلت ایمان کے خلاف ہے اس حدیث کے خواہ کچھ ہی معنے ہوں مگر ظاہراً تو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو خارج از ایمان فرما دیا (۳) نماز سے غافل ہو جانا جس کو اللہ تعالےٰ نے شراب اور جوئے کے حرام ہونے کی علت فرمائی ہے۔ جیسا اوپر مذکور ہے۔ (۴) ان سب کھیلوں میں منفعت مال ضائع ہوتا ہے۔ اور فضول خرچی کا حرام ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

(مرغ بازی وغیرہ)

اب مرغ بازی اور بٹیر بازی کی نسبت ملاحظہ فرمائیے۔ حدیث میں ہے کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی کرانے سے درمیان بہائم کے اس حکم میں مرغ و بٹیر و تیتر و مینڈھے وغیرہ سب آگئے اور واقعی عقل کے بھی خلاف ہے خواہ مخواہ بے زبان جانوروں کو بلا کسی ضرورت و مصلحت کے تکلیف دینا ہے اور کبھی اس میں جوا بھی ہوتا ہے یہ دوسرا گناہ ہوا اور نماز اور ضروری امور سے غفلت ہونا اور سب تماشائیوں کے گناہ کا باعث بننا یہ مزید براں ہے۔ جن کی برائی بیان ہو چکی ہے۔

منجملہ ان رسوم کے آتشبازی ہے اس میں بھی متعدد خرابیاں جمع ہیں۔ (۱) مال کا ضائع کرنا۔ جس کا حرام ہونا قرآن مجید میں منصوص ہے (۲) اپنی جان کو یا اپنے بچوں کو پاس پڑوس والوں کو خطرہ میں ڈالنا صدہا واقعات ایسے ہو چکے ہیں جس میں آتش بازوں کا ہاتھ اڑ گیا منہ جل گیا یا کسی کے چھپر میں آگ لگ گئی۔ جس کی حرمت قرآن مجید میں منصوص ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے، مت ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں اسی واسطے حدیث میں بلا ضرورت آگ کے تلبس و قرب سے ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ کھلی آگ اور جلتا چراغ چھوڑ کر سونے کو منع فرمایا ہے (۳) بچوں کو ابتدا سے تعلیم معصیت کی ہوتی ہے۔ جن کے واسطے شرعی حکم ہے کہ علم و عمل سکھلا گویا نعوذ باللہ حکم شرعی کا پورا مقابلہ ہے۔ بالخصوص شب برات میں یہ خرافات کرنا جو کہ نہایت متبرک شب ہے۔ یہ بات مقرر ہے کہ اوقاتِ متبرکہ میں جس طرح طاعت کرنے سے اجر بڑھتا ہے اسی طرح معصیت کرنے سے گناہ بھی زائد ہوتا ہے۔ (۴) بعض آلات آتشبازی اوپر کو چھوڑتے ہیں جیسے پیل اور بان وغیرہ اول تو بعضوں کے سر پر آگرتے ہیں۔ اور لوگوں کے چوٹ لگتی ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں ایام حج میں توپیں چلتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آتشبازی درست ہے۔ ورنہ وہاں کیوں ایسا کام ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو عوام لشکریوں کا فعل شرع میں حجت نہیں البتہ عام محقق [illegible]

کا فتویٰ جو مطابق قواعد شرعیہ کے موجب ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ توپیں وغیرہ چلانا لشکریوں کا فعل ہے نہ کسی عالم کا فتویٰ۔ دوسرے اس میں کچھ مصالح بھی نکل سکتے ہیں۔ اظہار شوکت اسلام و تعظیم شعائر حج و اعلان ارکان وغیرہ اور آتشبازی میں کونسی شوکت ہے۔ البتہ اگر کسی مقام پر ضروری امر کے اعلان کے لئے اصطلاح ٹھہرائی جائے۔ تو بقدر ضرورت جائز ہوگی۔ جیسے وقت افطار و سحر کے اعلان کے لئے ایک آدھ گولہ چھوڑ دینا اس کا مضائقہ نہیں اگر حاجت سے زائد ہوگا تو وہ بھی ممنوع ہے

منجملہ ان رسوم کے داڑھی منڈانا یا کٹانا اسطرح کہ ایک مشت سے کم رہ جائے۔ یا مونچھیں بڑھانا جو اس زمانہ میں اکثر نوجوانوں کے خیال میں خوش وضعی سمجھی جاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ بڑھاؤ داڑھی کو اور کترواؤ مونچھوں کو روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ حضورؐ نے صیغہ امر سے دونوں حکم فرمائے۔ اور امر حقیقۃً وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں حکم واجب ہیں اور واجب کا ترک کرنا حرام پس داڑھی کٹانا اور مونچھیں بڑھانا دونوں حرام فعل ہیں۔ اس سے زیادہ دوسری حدیث میں مذکور ہے۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اپنی لبیں نہ لے وہ ہمارے گروہ سے نہیں روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی اور نسائی نے۔ جب اس کا گناہ ہونا ثابت ہو گیا تو جو لوگ اس پر اصرار کرتے ہیں اور اس کو پسند کرتے ہیں اور داڑھی بڑھانے کو عیب جانتے ہیں۔ بلکہ داڑھی والوں پر ہنستے ہیں۔ اور اس کی ہجو کرتے ہیں ان سب مجموعہ امور سے ایمان کا سالم رہنا ازبس دشوار ہے۔ ان لوگوں کو واجب ہے کہ اپنی اس حرکت سے توبہ کریں اور ایمان و نکاح کی تجدید کریں۔ اور اپنی صورت موافق حکم اللہ و رسولؐ کے بنائیں۔ اور عقل بھی کہتی ہے۔ کہ داڑھی مردوں کے لئے ایسی ہے جیسے عورتوں کے لئے سر کے بال کہ دونوں باعث زینت ہیں۔ جب عورت کا سر منڈانا بدصورتی میں داخل ہے تو مردوں کا داڑھی منڈانا خوبصورتی کیسے ہے۔ کچھ بھی نہیں رواج نے بصیرت پر پردہ ڈال دیا۔ سخت افسوس یہ ہے کہ بعض طالب علم عربی پڑھنے والے اس بلا میں مبتلا ہیں۔ ان کی شان میں بجز اس کے کیا کہا جائے۔ کہ

چارپائے برو کتابے چند۔ ان لوگوں پر سب سے زیادہ وبال پڑتا ہے۔ اول تو اوروں سے زیادہ واقف پھر اوروں کو نصیحت کریں مسئلے بتائیں خود بدعمل ہوں۔ عالم بدعمل کے حق میں کیا کیا وعیدیں قرآن و حدیث میں وارد ہیں۔ پھر ان کو دیکھ کر اور جاہل گمراہ ہوتے ہیں۔ ان کی گمراہی کا وبال جیسا بیان ہوا کہ جو شخص باعث ہوتا ہے کسی گناہ کا وہ بھی شریک اسکے وبال کا ہوتا ہے میرے نزدیک مدرسین و مہتممین مدارس اسلامیہ پر واجب ہے۔ کہ جو طالب علم ایسی حرکت کرے یا اور کوئی امر خلاف وضع شرعی کرے اگر توبہ کرے فبہا ورنہ مدرسہ سے خارج کر دیا جائے۔ ایسے شخص کو مقتدائے قوم بنانا تمام مخلوق کو تباہ کرنا ہے ؎

بے ادب را علم و فن آموختن
دادن تیغ ست دست راہزن

اور یاد رہے کہ نائی کو بھی جائز نہیں کہ کسی کے کہنے سے ایسا خط بنائے جو شرعاً ممنوع ہو خواہ داڑھی کا یا سر کا کیونکہ گناہ کی اعانت بھی گناہ ہے اس کو چاہئے کہ عذر و انکار کر دے۔

تنبیہ۔ داڑھی بمقدار ایک مشت داڑھی والے کے رکھنی واجب ہے۔ آئمہ اربعہؒ کے نزدیک ایک مشت نائی کی معتبر نہیں۔ جیسا کہ عام رواج ہے کہ نائی حجامت کرتے وقت ایک مشت کر کے زائد کو کتر دیتا ہے۔ خواہ حجامت زید کی بنائے یا بکر کی + (باقی پھر)

لاء کمیشن کو ازسرنو تشکیل کیا جائے

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا مطالبہ

اکوڑہ خٹک ۲۴ راگست حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ مہتمم و مؤسس دارالعلوم حقانیہ نے حکومت پاکستان کی طرف سے قانون کمیشن کے موجودہ تشکیل پر زبردست احتجاج کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ قرآن و سنت کے نام پر حاصل کی گئی حکومت میں جاہلانہ خیالات اور اسلام دشمن عناصر پرورش کبھی نہ پا سکیں گے۔ انہوں نے کمیشن کے منکرین حدیث اور اس قسم کے خیالات رکھنے والے افراد کے تعین پر انتہائی افسوس کا اظہار کیا۔ اور فرمایا کہ جسطرح حکومت کو شادی بیاہ کمیشن کی رپورٹ کو واپس لے کر ردی کے ٹوکرہ میں ڈالنی پڑی اسی طرح اگر قانون کے لئے موجودہ تشکیل کو برقرار رکھا گیا تو یہ تلخ تجربہ ایک بار پھر کرنا پڑے گا۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ پہلے سے غور و فکر سے کام لے کر کمیشن کی ازسرنو تشکیل کی جائے جو ملک کے اسلام پسند محقق و ممتاز علماء پر مشتمل ہو اور ہر طرح سے ملت اسلامیہ کو وقت اور مال کی مزید تباہیوں سے بچایا جائے۔ انہوں نے تمام مسلمانوں سے عموماً اور فضلاء و متعلقین دارالعلوم حقانیہ و تمام علماء سے خصوصاً اپیل کی ہے کہ وہ متحد ہو کر کمیشن کی موجودہ شکل کو واپس کرا کر اسے ازسرنو تشکیل دینے پر حکومت کو مجبور کریں۔ اس مضمون کا ایک تار صدر پاکستان سکندر مرزا صاحب کو دیا گیا۔

تبصرہ

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب مصنفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ
ضخامت ۱۳۲ صفحات
کتابت اور طباعت دیدہ زیب
کاغذ آرٹ پیپر
قیمت درج نہیں
<u>ملنے کا پتہ</u>۔ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور۔ کراچی

ہم اسی اشاعت میں دوسری جگہ اس کتاب کے متعلق حضرت شیخ التفسیر مدظلہ العالی کی رائے شائع کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ہماری طرف سے کسی تبصرہ کی ضرورت باقی تو نہیں رہتی۔ لیکن امتثال امر کے طور پر کچھ عرض کئے دیتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ علوم ظاہری کے فاضل اور باطن کے کامل تھے۔ ان کی تحریر کردہ یہ کتاب بھی ظاہری اور باطنی دونوں خوبیوں کا مرقع ہے۔ تاج کمپنی لمیٹڈ نے اس کو عمدہ کتابت کے ساتھ آرٹ پیپر پر شائع کر کے اس کی ظاہری خوبیوں میں اور بھی اضافہ کر دیا ہے۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک پر اردو میں بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس کتاب کو ان سب میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس لئے اس کا مطالعہ مسلمانوں کے لئے ہر لحاظ سے فائدہ مند ثابت ہوگا۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تاج کمپنی کی اس خدمت کو قبول فرما کر اس کے حصہ داروں اور کارکنوں کو قبول فرما کر اس کے حصہ داروں اور کارکنوں کو دین و دنیا کی برکتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

مدیر

ذکرِ الٰہی

(از جناب صوفی محمد شفیع ۔ عمرالدین ۔ میرپور خاص)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ فرمائیں خدام الدین ۲۳ ۔ اگست ۱۹۵۷ء)

۱۴

ذکرِ الٰہی اور تعلق باللہ

اللہ تعالےٰ نے فرمایا :۔

(وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝) سورہ المزمل رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ۔ اور اپنے رب کا نام لیا کرو ۔ اور سب سے الگ ہوکر اسی کی طرف آجاؤ۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پس اسی کو کارساز بنا لو ۔ (حضرت مولانا احمد علی صاحب)

بقول حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ " یعنے علاوہ قیام لیل کے دن میں بھی گو مخلوق سے معاملات و علائق رکھنے پڑتے ہیں ۔ لیکن دل سے اسی پروردگار کا علاقہ سب پر غالب رکھئے۔ اور چلتے، پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے اسی کی یاد میں مشغول رہئیے۔ غیر اللہ کا تعلق ایک آن کیلئے اودھر سے توجہ ہٹنے نہ دے ۔ بلکہ سب تعلقات کٹ کر باطن میں اسی کا تعلق باقی رہ جائے ۔ یا یوں کہہ لو سب تعلق اسی ایک تعلق میں مدغم ہو جائیں ۔ جسے صوفیا کے ہاں **بے ہمہ و با ہمہ یا خلوت در انجمن** سے تعبیر کرتے ہیں۔

مشرق دن کا اور مغرب رات کا نشان ہے ۔ گویا اشارہ کر دیا کہ دن اور رات دونوں کو اسی **مالکِ** مشرق و مغرب جل شانہ کی یاد اور رضا جوئی میں لگانا چاہیئے۔

بقول حضرت مؤلف تفسیر حقانی واذکراسم ربک رات کی عبادت پر موقوف نہیں بلکہ ہر وقت یادِ الٰہی کرے ۔ تاکہ انوار کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔ اس میں ذکر لسانی ذکر قلبی سب آ گئے ۔ اور صوفیاء کرام کے ذکر و اذکار کے طریقے بھی آ گئے "

الحاصل دل سے علائق دُنیا و اہل دنیا ہٹالے اور دل کو ہر وقت ذکر الٰہی کی طرف شاغل رکھے " دست بکار و دل بیار" کے مقولہ پر عمل کرے ۔ دوستی، دشمنی، جھگڑا، کینہ، حسد، انتقام وغیرہ کے فتنوں میں پھنس کر سکون قلبی کو برباد نہ کرے اور حضرت مولانا رومؒ کے اس شعر کا مصداق نہ بنے

برزبان تسبیح و در دِل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

مگر یاد رکھیں علائق دنیا کو توڑنے کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ زن و فرزند وغیرہ کو چھوڑ کر راہبانہ زندگی اختیار کرے۔ اسلام میں رہبانیت کی ہرگز گنجائش نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ دنیا پر فریفتہ ہرگز نہ ہو ۔ تعلقات دنیا میں ملوث ہو کر تعلق باللہ نہ ٹوٹ جائے ۔ دنیا جس قدر ملے اس پر شاکر رہے ۔

حضرت خواجہ نقش بند قدس سرہٗ فرماتے ہیں " خلوت در انجمن است بظاہر با خلق و بباطن با حق سبحانہٗ و تعالےٰ ؎

از درون شو آشنا و از برون بیگانہ باش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

(نفحات الانس)

یعنی "خلوت در انجمن" کے یہ معنی ہیں کہ اپنا ظاہری جسم دنیا والوں میں رہے ۔ اپنا کام دکاج کیا جائے۔ حقوق العباد بجا لائے جائیں ۔ مگر قلب کو ہر وقت رجوع الی اللہ رکھا جائے۔

نیز آپ قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔ " طریقۂ ما عروۃ الوثقیٰ ست ۔ چنگ در ذیل متابعت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زدن است ۔ واقتدا بآثار صحابہ کرام رضؓ کردن است ۔ و درین طریقہ باندک عمل فتوح بسیار ست ۔ اما رعایت متابعت سنت کاری بزرگ است ۔ ہر کہ از طریقۂ ما روئے گرداند خطرِ دین دارد"

(نفحات الانس)

یعنے ہمارا طریقہ ایک مضبوط نہ ٹوٹنے والا حلقہ ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری پوری طرح کریں ۔ اور آثارِ صحابہ کرامؓ کی اقتدا کریں ۔

یہ وہ اعلیٰ طریقہ ہے ۔ جس میں اگرچہ تھوڑا ہی عمل ہو ۔ مگر کامیابی اور ترقی زیادہ ہے ۔ ہمارے اس طریقہ سے جو منہ موڑیگا ۔ وہ دین کے نقصان کا خطرہ اپنے سر پر لے گا ۔

حضرت سیدنا و مرشدنا امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ " ہندوستان کے براہمنوں اور یونان کے فلسفیوں نے ریاضتوں اور مجاہدوں میں کوئی کسر نہیں چھوڑی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتوں کے مطابق نہ کی گئی تھیں اس لئے بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہ ہوئیں اور مردود ٹھہریں۔ اور یہ آخرت کے دن نجات سے محروم رہیں گے " ؎

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق **Character** کے متعلق پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ " کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا" (ابن کثیر) الحاصل ہماری کامیابی، بھی اس بات میں ہے کہ ہم بھی اپنا کیریکٹر (سیرت) قرآن مجید کے احکام کے مطابق ٹھیک کریں ؎

باخلاقِ الٰہی متصف بودن اگر خواہی
سراپا سیرت و خوئے محمد شو محمد شو

(شاہ نیاز احمدؒ)

" واذکراسم ربک کے معنی امورِ دنیا سے فراغت حاصل کر کے دل جمعی اور اطمینان کے ساتھ بکثرت اللہ کا ذکر کر ۔ اس کی طرف مائل اور سراسر راغب ہو جا ..... حضورؐ نے بیوی بچوں کو چھوڑ دینے سے منع فرمایا ہے ۔ یہاں یہ مطلب ہے کہ علائق دنیوی سے کٹ کر خدا کی عبادت [illegible] توجہ اور انہماک کا وقت بھی ضرور نکالا کر" (ابن کثیر)

اور دین پہ خود چلنا اور دوسروں کو دین کی تعلیم دینا یہ دونوں اہم ترین فرض ہیں ۔ لہٰذا حکم ہوا اس بڑے کام کو چلانے کے لئے ہر چیز سے کٹ کر اللہ کا بن جا ۔ انسانیت کو صحیح تعلیم بلا کسی معاوضہ اور نفع کی توقع کے دی جائے ۔ جب یہ نظریہ ہو تو اللہ تعالےٰ کامیابی عطا فرماتا ہے ۔

کٹ جانے سے یہ مراد ہے کہ لوگوں سے کسی قسم کے فائدے کی امید نہ کی جائے۔ ان سے کسی قسم کا معاوضہ نہ مانگا جائے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے اپنی ذات، اپنے خاندان، اپنی قوم کے لئے معاوضہ نہ لیا ۔ صحیح تعلیم آپ نے بغیر کسی معاوضہ کے انسانیت کو دی اور

جو لوگ اس تعلیم سے اعلیٰ درجہ پر پہنچے اُن کی ایک جماعت تیار کر دی جس نے آگے کام کو چلایا۔

اس میں کسی قسم کی تخصیص نہیں رکھی نہ ہی اپنے خاندان کے لئے۔ اور نہ ہی دوسرے احباب کے لئے جنہوں نے تعلیم میں تکمیل کر لی فقط انہی کو مرکزی جماعت کا ممبر بنالیا" (حضرت مولانا عبداللہ نہال خاں لغاری مدظلہ)

ہر کام اللہ تعالےٰ کے بھروسے پر کرو۔ رب المشرق والمغرب کو اپنا وکیل اور کارساز بناؤ۔ لاالٰہ الاھو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود اور مالک نہیں ہے

مالک الملک لا شریک لہٗ
وحدہٗ لا الٰہ الاھو
عاشقاں جان و دل نثار کنید
بر سرِ لا الٰہ الاھو
باغبانِ قدیم لم یزلی
منقش لا الٰہ الاھو
صوفیاں گر بہشت می طلبند
ذکر شان لا الٰہ الاھو
مومناں الغم شد روزی
بر کنش لا الٰہ الاھو
شمس تبریز اگر خدا طلبی
خوش بخواں لا الٰہ الاھو

(حضرت شمس تبریزؒ از نغمات سماع سید نور الحسن ص ۱۹۸)

(باقی دارد)

بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے :-

مسئلہ گرانی

عوام کی نظریں اب نئے گورنر پر مرکوز ہیں۔ اپنے نشریہ میں انہوں نے چند عوامی مصائب کا جائزہ لیا ہے اور مسائل کو سلجھانے کا عزم کیا ہے۔ سب سے اہم عوامی مسئلہ یعنی گرانی کے مسئلہ کا انہوں نے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اس کا شدید احساس ہے اور اگر سختی سے کام لیا جائے تو مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ ہمارے خیال میں انہوں نے صحیح علاج بتلایا ہے۔ اب ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا کرے کہ وہ ایسا کر پائیں اور اس ملک کے بڑے بڑے ذخیرہ اندوزی۔ چور بازاری ملاوٹ اور سمگلنگ کرنے والوں پر سختی ہو جائے۔ کاش وہ ہمارے نئے گورنر کی قہر آلود نظروں کا شکار ہو جائیں۔ اور وہ حکومت کے احتساب میں آ جائیں۔ اور قانون کے اطلاق میں سیاسی اثر و رسوخ رشتہ داری، رشوت آڑے نہ آئے۔ قارئین کرام جانتے ہیں کہ گزشتہ ایک سال میں جو بھی مرکزی یا صوبائی وزارت بنی ہے۔ ہر ایک نے اس مسئلہ کا جوش و خروش سے ذکر کیا ہے۔ لیکن نتیجہ صفر۔ بڑے بڑے عزائم کا اظہار کیا گیا۔ لیکن عمل ندارد۔ ہوا بھی تو کیا۔ یعنی سرکاری اور غیر سرکاری افراد پر مشتمل کمیٹیاں بنا دی گئیں اور چند افراد کو اخباری شہرت نصیب ہو گئی۔ مزے کی بات یہ ہے وہی غیر سرکاری مل اونرز سرمایہ دار اور ذخیرہ اندوز ان کمیٹیوں کے رکن بنائے گئے۔ جن کی ہوس زرطلبی کے چنگل میں یہ سارا ملک گرفتار ہے۔ کیا لائل پور کے بڑے بڑے کپڑے داتا۔ (بر وزن اَن داتا) وزرا کی "گرانی مجلسوں" میں شریک نہیں ہوتے۔ کیا انہوں نے گز گز پر مُہر لگانے کی تجویز پیش نہیں کی اور کیا یہ تجویز درست نہیں تو پھر اس پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خود ان کے اپنے مفاد کے منافی ہے۔ یہ تو عوام سے ایک قسم کا مذاق کیا جاتا ہے کہ اخبارات میں چھپوا دیا کہ لو بھئی اب مل والوں کو ایسا ہی کہہ دیا ہے وغیرہ وغیرہ

سابقہ تمام روایات اور سیاست کی راست گفتاری کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم نئے گورنر مغربی پاکستان مسٹر اختر حسین کے ان الفاظ یعنی "اگر سختی سے کام لیا جائے تو گرانی دُور ہو سکتی ہے"۔ پر اعتماد کرتے ہیں اور اس بات کے منتظر ہیں کہ کب عوام کا خون چوسنے والے کیفرِ کردار کو پہنچتے ہیں اور عوام سے درخواست کرتے ہیں کہ گورنر صاحب کے عزم کو پورا کرنے میں ان سے پورا پورا تعاون کریں۔ تاکہ ہماری فرسودہ حال معیشت کوئی اچھی کروٹ لے سکے۔

پاکستانی نیوز پرنٹ

اخبارات مظہر ہیں کہ پاکستان میں کاغذ کی کرنافلی ملز اخباری کاغذ تیار کرنے لگ گئی ہیں۔ یہ اعلان کیا گیا ہے کہ اخباری کاغذ ایک دن کے لئے تمام اخباروں کو مفت دیا جائے گا۔ یاد رہے آج کل تمام اقسام کا اخباری کاغذ بیرون ملک سے درآمد ہوتا ہے۔ اس کی قیمت دوسرے کاغذ سے بہت ارزاں ہوتی ہے اور اخبارات کی زندگی کے لئے اخباری کاغذ نفس کی حیثیت رکھتا ہے شاید قارئین کرام اس سے آگاہ ہوں کہ مارچ ۱۹۵۵ء کے بعد نکلنے والے اخبارات و جرائد پر حکومت نے اس کاغذ کے استعمال پر پابندی عاید کر رکھی ہے اور وہ کرنافلی کا سفید کاغذ نہایت گراں قیمت پر خرید کر اپنے اخبارات و جرائد کو جوں توں زندہ رکھتے ہیں۔ خدام الدین ان میں سے ایک ہے۔

اب جبکہ یہ کاغذ پاکستان میں تیار ہونے لگا ہے تو ہمارا مطالبہ ہے کہ یہ پابندیاں فی الفور ہٹا لی جائیں اور پاکستان کے بنے ہوئے کاغذ کا اولین مستحق انہی اخبارات و جراید کو قرار دیا جائے جو اب تک پابندی کی بھاری سل کے نیچے ہانپ رہے ہیں۔ کہیں کاغذ کی تقسیم میں روائتی اندھے کی طرح ریوڑیاں بانٹنے کی حکایت نہ دُہرائی جائے جو بار بار "اپنوں" ہی کی جھولیاں بھر رہا تھا۔

اختتام میعاد خریداری

قارئین کرام کو علم ہے کہ اس جریدہ کے اجرا کا مقصد وحید کتاب و سنت کی اشاعت ہے۔ روپیہ کمانا مقصود نہیں۔ لیکن اسکا یہ بھی مقصد نہیں کہ پرچہ کو خواہ مخواہ مالی نقصان پہنچایا جائے۔ جس طرح بعض خریدار حضرات اپنی لاپرواہی سے پہنچاتے ہیں۔ ان کا جب چندہ ختم ہو جاتا ہے تو سُرخ نشان کے ذریعہ کافی عرصہ تک ان کو اس کی اطلاع دی جاتی ہے جب کوئی توجہ نہیں دی جاتی تو نا چار وی پی بھیجنا پڑتا ہے لیکن افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ بعض حضرات یا تو وی پی لینے سے انکار کر دیتے ہیں یا نوٹس لے کر ایک ہفتہ کے اندر اندر وی پی وصول نہیں کرتے اور وہ واپس آ جاتا ہے۔ اس سے اس ادارہ کو جو مالی نقصان ہوتا ہے۔ اس سے وی پی واپس کرنیوالے حضرات کو مطلع کر کے انکی ذمہ داری کا ان کو احساس دلایا جاتا ہے۔ اور قیامت کے دن کے مواخذہ سے ڈرایا جاتا ہے۔ لیکن اکثریت پھر بھی متاثر نہیں ہوتی۔ ان حالات میں پرچہ کو مالی نقصان سے بچانے کے لئے ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ ہم میعاد خریداری ختم ہونے سے تین ہفتہ پہلے سُرخ نشان لگا دیں اور آخری پرچہ کے ساتھ ہی وی پی ارسال کر کے پرچہ بند کر دیں۔ اگر وی پی وصول ہو جائے تو باقی سب پرچے بھیج دیئے

بچوں کا صفحہ

اخلاق و آداب

فضول خرچی سے پرہیز :-

فضول خرچی بے شمار خرابیوں اور برائیوں کی جڑ ہے۔ تنہا ایک شخص کے لئے ایک گھر اور ایک خاندان کے لئے اور اسی طرح ایک بڑی سلطنت اور حکومت کے لئے فضول خرچی یکساں طور پر ہلاکت اور بربادی کا باعث ہے۔

اسلام نے ان تمام اخلاقی برائیوں کی جڑیں کاٹ دی ہیں جو انفرادی طور پر ہر ایک شخص کے لئے یا اجتماعی طور پر ساری قوم کے لئے مضر اور نقصان دہ ہوں اور ایسی تمام بری عادتوں کو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ناپسندیدہ اور نازیبا ٹھہرایا ہے اور شیطانی عمل قرار دیا ہے۔ فضول خرچی کرنے والوں کے لئے قرآن مجید نے صاف اعلان کیا ہے

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا

بے شک فضول خرچ شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

اور ایک جگہ فرمایا :-

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ط

اور فضول خرچ نہ بن۔

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ط

بے شک خدا تعالیٰ فضول خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

جو لوگ اپنی حیثیت اور ہمت سے زیادہ موقع اور محل کے خلاف خرچ کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے گھر اور اپنی زندگی کے نظام کو کبھی درست نہیں رکھ سکتے۔ فضول خرچی کرنے والے تھوڑی دیر کی واہ واہ کی خاطر اپنے چین اور آرام کو تباہ کر لیتے ہیں

قرآن شریف نے دین اسلام کو دین عدل قرار دیا ہے۔ یعنی ایسا دین، جس کی کوئی بات نہ حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہو اور نہ حد سے زیادہ گھٹی ہوئی ہو۔ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس بات کا اس طرح ذکر فرمایا ہے :

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۵

اور وہ لوگ کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور اس کے درمیان میانہ روی سے گزران کرتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر اسراف اور فضول خرچی کی برائی اور کیا ہوگی کہ نیکی اور بھلائی کے راستوں میں بھی حد سے زیادہ بڑھ کر خرچ کرنے سے روکا۔ چنانچہ صاف اور کھلے لفظوں میں اعلان فرمایا۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۰

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے (ہاتھ کو سکیڑ کر) نہ تو اپنی گردن کا ہار بنا لو۔ (بالکل خرچ نہ کرو)۔ اور نہ اس کو بالکل کھلا چھوڑ دو۔ کہ اپنے اوپر افسوس کرنے والے اور (تنگدستی سے) بے دام ہو کر بیٹھ جاؤ۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن وقاص رضؓ کے گھر ان کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ مرض کی شدت کی وجہ سے اپنی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ عرض کرنے لگے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنا سارا مال خدا کی راہ میں خرچ کر دوں۔ کیا مجھے اس کی اجازت ہے؟ آپؐ نے سارا مال خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کرنے سے روکا اور فرمایا "اے سعد! تمہارے مال میں اہل و عیال کا بھی حق ہے۔" حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے مال کا آدھا حصہ وقف کر دوں۔" آپ نے اس بات کی بھی اجازت نہ دی۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے اپنے مال کے تہائی حصے کو وقف کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے تہائی مال کے متعلق وصیت کرنے کی اجازت دے دی۔ لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ "یہ بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بہت ہے۔" پھر فرمایا "اے سعدؓ! اگر تم اپنے اہل و عیال کو اچھی حالت میں چھوڑ کر دنیا سے سدھارو۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو دوسروں کا محتاج چھوڑ کر مر جاؤ۔"

اسلام نے خدا تعالیٰ کی راہ میں بھی حد سے زیادہ خرچ کرنے کی اجازت نہیں دی۔

ماخوذ از پیغام رسالت

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷
قیمت ۴ ر
منظور شدہ
۱- لاہور ترجمن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۱۶۳۳۱-مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
۲- پشاور ترجمن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C/۳۰-۲۷/۲۴۸۱۷ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
ایڈیٹر عبدالمنان چوہان
بدل اشتراک
سالانہ للعہ
ششماہی ۶ ر

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا